7/31

ہفت روزہ

خدام الدین
لاہور

زیر سرپرستی

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ

شیرانوالہ دروازہ لاہور

مؤرخہ یکم دسمبر ۱۹۶۱ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین © لاہور

ھدیہ ۲۵ پیسے

سرورِ جاودانی

زائرِ حرم - حمید صدیقی لکھنوی

مدینے میں جو گذری زندگانی
حقیقت ہے وہی، باقی کہانی

کہاں سے لاؤں وہ الفاظ یارب
کریں جو دردِ دل کی ترجمانی

خوشا وقتے کہ ہے طیبہ میں حاصل
مجھے لطفِ سرورِ جاودانی

دعا لب پر، نہ دل محوِ تمنّا
زِ سر تا پا زبانِ بے زبانی

سنایا مژدۂ دیدارِ طیبہ
نسیمِ صبح تیری مہربانی

کرم نے اُس کے خود کی دستگیری
مِرے کام آئی میری ناتوانی

وہ جذباتِ محبّت کا تلاطم
وہ اِک دیوانہ محوِ نعت خوانی

شمیم انگیز وہ انفاس قدسی
وہ عطر آگیں فضائے آسمانی

نشاط افروز وہ سجدوں پہ سجدے
وہ محرابِ نبیؐ کی ضو فشانی

ہمہ خوبی و محبوبی ہے واللہ
مواجہ کا وہ حصّہ درمیانی

قدومِ پاک سے جو مَس ہوئی تھیں
بہت دلکش ہیں وہ راہیں پرانی

مرے دل کو ہے اک مدّت سے یارب
تمنّائے حیاتِ جاودانی

اگر خاکِ بقیعِ پاک مل جائے
مبارک ہے وہ مرگِ ناگہانی

کہاں ہے اے نسیمِ کوئے طیبہ
سُنا دے پھر نویدِ شادمانی

درِ پاکِ نبیؐ پر ہو کے حاضر
بصد امّید لُطف و مہربانی

سنائیں اہلِ دل مانندِ جامی
پیامِ شوق اشکوں کی زبانی

برُوں آور سر از بردِ یمانی
کہ رُوئے تُست صبحِ زندگانی (جامیؔ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ **خدام الدین** لاہور

جلد ۷ | ۲۱ جمادی الثانی ۱۳۸۱ھ مطابق یکم دسمبر ۱۹۶۱ء | شمارہ ۳۱

محکمہ تعلیمات و محکمہ جیلخانجات کا منظور شدہ

اس شمارہ میں

فون نمبر ۶۷۵۴۵

شرح چندہ

سالانہ - گیارہ روپے   ششماہی - چھ روپے
سہ ماہی - تین روپے   فی پرچہ - ۲۵ پیسے

نوٹ

خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔
چٹ پر سرخ نشان آپ کے چندہ ختم ہونے کی نشانی ہے۔

اداریہ

عالمِ اسلام

عالمِ اسلام جب دو اڑھائی صدیوں کے خوابِ غفلت سے بیدار ہوا اور اس کی نگاہ گرد و پیش کے حالات پر پڑی وہ ہکا بکا رہ گیا۔ دنیائے کفر کے بڑے بڑے شہ زوروں نے اُسے دبائے رکھا تھا۔ کسی نے ہاتھ پکڑے تھے، کسی نے پاؤں، کوئی چھاتی پر بیٹھا تھا اور کسی نے وسواس خناس کی طرح اس کے دل کو متاثر کیا ہوا تھا۔ عالمِ اسلام کا مرکز حجاز مقدس ارضِ بطحا اور حرمین شریفین بھی اغیار کی دسیسہ کاریوں کی آماجگاہ تھے۔ لیکن مسلمانوں کی مثال شیر کی طرح ہے دھوکے سے مار دیجئے، سوتے ہوئے کو فائر کر دیجئے۔ مگر جاگنے کے بعد اس کے ساتھ پنجہ آزمائی آسان کام نہیں ہے۔ برطانیہ عظمیٰ جس کی سلطنت پر آفتاب غروب نہیں ہو رہا تھا جو امریکہ کے مغربی دنیا سے لے کر اقصائے مشرق کے ہانگ کانگ اور چین تک پر اپنا اقتدار جمائے یا بالواسطہ برتری کا جھنڈا لہرائے ہوئے تھا۔ یہی سب سے بڑھ کر اپنے آپ کو مسلم اقتدار کا وارث بنائے بیٹھا تھا اگرچہ مسلم ممالک کو اغیار نے ایک دوسرے سے کاٹ دیا تھا، بعضوں میں مقاصد کا بُعد تھا بعض مکانی بُعد کی وجہ سے تعاون و تناصر سے مجبور تھے۔ مگر اکثروں نے اپنی اپنی جگہ قوتِ مسلطہ کے تسلط کی لعنت سے گلو خلاصی کی جد و جہد شروع کر دی۔

ہندی مسلمانوں نے ہندوستان کی تحریک آزادی میں جان ڈال دی۔ اور ملک آزاد ہو کر پاکستان معرضِ وجود میں آ گیا۔ اگر یہ جد و جہد سارے عالمِ اسلام کی متفقہ ہوتی تو برصغیر ہند و پاکستان پر حکومت کرنے کا حق صرف اور صرف مسلمانوں کا تھا۔ مگر اس کارگہٴ عمل میں جو آگے ہو کر ہاتھ بڑھاتا ہے۔ وہی مقصود کا پھل توڑ لاتا ہے۔ جو قوم مشکلات کی اندھیریوں کی پروا کئے بغیر پیش قدمی کرتی ہے وہی فتح و ظفر کی صبح سے ہمکنار ہوتی ہے۔ بیسویں صدی عیسوی کے مغربی تصور یعنی اکثریت کے حقوق کے فلسفہ نے ایک ہندو سلطنت کو آٹھ نو سو سال بعد جنم دے دیا بہر حال بیدار شدہ اقوام میں سب سے پہلے غلامی کا جوا اتار پھینکنے والا ملک پاکستان اور مصر ہے۔

انگریزوں کے شریف حسین کو بھی سلطان نجد نے مار بھگایا۔ اس کی اولاد کو انگریزوں نے سہارا دیا۔ اردن، عراق وغیرہ میں ان کی کٹھ پتلی حکومتیں قائم ہو گئیں۔ مگر دوسری جنگ عظیم کے نتیجہ کے بعد جب پاکستان آزاد ہوا۔ عراق و شام نے بھی نصرانی انتداب سے چھٹکارا حاصل کر لیا۔ اور پاکستان کی آبادی کے لگ بھگ ایک اور عظیم ملک انڈونیشیا نے بھی ڈچ قوم کو چھٹی کا دودھ یاد کرا دیا اور یہ جزائر ہالینڈ کی غلامی سے آزاد ہو گئے۔ ان مضبوط ممالک کی آزادی کے ساتھ ہی تمام افریقی عرب ممالک میں جنگ حریت شروع ہو گئی۔ فرانس کو مراکش اور ٹیونس آزاد کرنے پڑے۔ انگریزوں کو نائیجیریا وغیرہ سے دستبردار ہونا پڑا۔ اٹلی طرابلس سے بھاگ نکلا۔ اکثر اسلامی ممالک آج آزادی کی آب و ہوا میں اپنے اپنے مستقبل کو سوچتے ہیں۔ یہ جد و جہد معمولی نہ سمجھیں

(باقی صفحہ ۶ پر)

احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم

اسم اعظم کا بیان

عَنْ بُرَيْدَةَ رضؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ رَجُلًا يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ اَنْتَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِىْ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ فَقَالَ دَعَا اللّٰهَ بِاِسْمِهِ الْاَعْظَمِ الَّذِىْ اِذَا سُئِلَ بِهٖ اَعْطٰى وَاِذَا دُعِىَ بِهٖ اَجَابَ رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ وَاَبُوْ دَاؤُدَ

ترجمہ۔ حضرت بریدہ رضؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو یہ دعا مانگتے سنا۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ بِاَنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِىْ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ۔ یعنی اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں۔ تجھ سے اس وسیلہ سے کہ تو اللہ ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور تو یکتا اور بے پرواہ ہے تو وہ ہے کہ نہ کسی نے اس کو جنا اور نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا اس شخص نے خدا کے اسم اعظم کے ساتھ دعا مانگی ہے۔ وہ اسم اعظم کہ اس کے ذریعہ جب مانگا جائے۔ اور جب دعا کی جائے۔ قبول کی جائے

تسبیح تحمید تہلیل اور تکبیر کی فضیلت

عَنْ اَنَسٍ رضؓ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِى الْمَسْجِدِ وَرَجُلٌ يُّصَلِّىْ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ بِاَنَّ لَكَ الْحَمْدُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْحَنَّانُ الْمَنَّانُ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ اَسْئَلُكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا اللّٰهَ بِاِسْمِهِ الْاَعْظَمِ الَّذِىْ اِذَا دُعِىَ بِهٖ اَجَابَ وَاِذَا سُئِلَ بِهٖ اَعْطٰى رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ وَاَبُوْ دَاؤُدَ

ترجمہ۔ حضرت انس رضؓ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مسجد میں بیٹھا ہوا تھا۔ اور ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا۔ اور (نماز کے بعد اس نے) یہ دعا مانگی۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ بِاَنَّ لَكَ الْحَمْدُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْحَنَّانُ الْمَنَّانُ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ اَسْئَلُكَ۔ یعنی اے اللہ میں سوال کرتا ہوں۔ تجھ سے اس وسیلہ سے کہ تیرے ہی لئے ہے۔ ہر قسم کی تعریف کوئی معبود تیرے سوا نہیں تو بہت دینے والا اور آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔ اے بخشش و بزرگی کے مالک اے زندہ اے خبر گیری کرنے والے میں تجھ ہی سے پناہ مانگتا ہوں۔ یہ سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص نے خدا کے اسم اعظم کے ساتھ دعا مانگی ہے۔ وہ اسم اعظم کہ جب اس کے ذریعہ سے دعا کی جائے۔ قبول کی جائے اور جو مانگا جائے دیا جائے۔

عَنْ اَسْمَاءَ رضؓ بِنْتِ يَزِيْدَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِسْمُ اللّٰهِ الْاَعْظَمُ فِىْ هَاتَيْنِ الْاٰيَتَيْنِ وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ وَفَاتِحَةُ اٰلِ عِمْرَانَ الٓمّٓ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَىُّ الْقَيُّوْمُ۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ وَاَبُوْ دَاؤُدَ وَابْنُ مَاجَةَ

ترجمہ۔ حضرت اسماء بنت یزید کہتی ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسم اعظم الہٰی ان دو آیتوں میں ہے۔ والھکم الہ واحد لا الہ الا ھو الرحمن الرحیم اور سورہ آل عمران کا شروع (یعنی) الم اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم

عَنْ سَمُرَةَ رضؓ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الْكَلَامِ اَرْبَعٌ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَفِىْ رِوَايَةٍ۔ اَحَبُّ الْكَلَامِ اِلَى اللّٰهِ اَرْبَعٌ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ لَا يَضُرُّكَ بِاَيِّهِنَّ بَدَاْتَ

ترجمہ۔ حضرت سمرہ رضؓ بن جندب کہتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کے بہترین کلام چار ہیں (یعنی) سبحان اللہ۔ الحمد للہ لا الہ الا اللہ۔ اللہ اکبر۔ اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ خدا کے نزدیک پسندیدہ کلام چار ہیں۔ سبحان اللہ۔ الحمد للہ لا الہ الا اللہ۔ اللہ اکبر۔ ان میں...

مجلس ذکر منعقدہ جمعرات ۱۱ رجمادی الثانی ۱۳۸۱ھ مطابق ۲۳ دسمبر ۱۹۶۱ء

آج مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

اَمَّا بَعْدُ

عبادت کرنا تمہارا فرض ہے اور روزی دینا خدا کے ذمہ ہے

عرض یہ ہے۔ کہ ایک حدیث شریف سنایا کرتا ہوں۔ گزشتہ جمعرات کو بھی سنائی تھی۔ کیونکہ ہر مجلس میں کئی نئے احباب ہوتے ہیں۔ اس لئے آپ سب کو خوشخبری سناتا ہوں۔ کہ اللہ تعالےٰ نے آپ سب کو بخش دیا ہے۔ اللہ تعالےٰ آپ سب کو استقامت عطا فرمائے اور خاتمہ ایمان پر فرمائے۔ امین۔

عرض یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ۔

ترجمہ۔ اور میں نے جن اور انسان کو فقط اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے

اور دوسری جگہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔ کہ

خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا پ ۲۹ سورہ ملک رکوع ۱

ترجمہ موت اور زندگی کو (اللہ تعالےٰ) نے اس لئے بنایا۔ تاکہ تم کو جانچے کہ تم میں سے کون اچھے کام کرتا ہے۔

ان دونوں آیتوں کا حاصل یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے انسان کو فقط اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ اور کسی غرض کے لئے پیدا نہیں کیا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ پھر روٹی کہاں سے کھائیں گے۔ تو اللہ تعالےٰ ۱۲ پارہ میں فرماتے ہیں۔ کہ

وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا۔ پ ۱۲ رکوع ۱

ترجمہ۔ اور کوئی نہیں چلنے والا زمین پر مگر اللہ پر ہے اس کی روزی۔

(ترجمہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

سانپوں۔ چوہوں۔ کتوں۔ پرندوں سوروں غرض سب جانداروں کا رازق اللہ تعالیٰ ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کے ذمہ صرف ایک چیز لگائی ہے۔ اور وہ ہے۔ اللہ کی عبادت۔ میں کہتا ہوں۔ کہ تم کچھ بھی نہ کرو۔ تب بھی اللہ تعالےٰ رزق دے گا۔ مگر شرط یہ ہے کہ جس مقصد کے لئے اللہ تعالےٰ نے پیدا فرمایا ہے۔ یعنی یاد الٰہی اس کو ادا کیا جائے۔ انبیاء علیہم السلام دنیا کا کوئی کام نہیں کرتے تھے۔ مگر اللہ تعالےٰ کی یاد کثرت سے کرتے تھے۔ اس لئے اللہ تعالےٰ انہیں رزق پہنچاتا تھا۔

اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں

یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ

ترجمہ۔ (اللہ تعالےٰ) جس کا چاہے رزق کشادہ کرتا ہے۔ اور جس کا چاہے تنگ کرتا ہے

میں نے کئی اللہ والے دیکھے ہیں کہ کام کچھ نہیں کرتے۔ سوائے اللہ تعالےٰ کی عبادت کے مگر لنگر روز صبح شام جاری رہتا تھا۔ اور کئی بی اے روتے پھرتے ہیں۔ کہ نوکری نہیں ملتی میرے پاس عورتیں تعویذ لینے کے لئے آتی رہتی ہیں۔ کہ تعویذ لکھ دیں۔ میرا بیٹا بی اے ہوگیا ہے۔ کوئی نوکری نہیں ملتی۔ یاد رکھو۔ اگر عبادت نہیں کروگے تو دھوکہ کھاؤ گے۔ رزق جتنا مقدر میں ہے۔ وہ اتنا ہی ملے گا۔ تمہارا کام صرف عبادت الٰہی کرنا ہے اور رزق دینا اللہ تعالےٰ کے ذمہ ہے رزق کی کشادگی یا تنگی صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ بعض معمولی دوکاندار بہت زیادہ کما لیتے ہیں۔

آج کل اکثر لاہوریوں کا اللہ تعالیٰ پر اعتماد نہیں ہے۔ تقریباً ہر ایک آدمی یہی خیال کرتا ہے۔ کہ اگر لڑکے کو نوکری نہ کرائی۔ تو بھوکا مرجائے گا۔ اور بعضوں نے لڑکیوں کو بھی نوکریاں کرانی شروع کر دی ہیں میں ان سب انگریزی دانوں کو راہ سے بھٹکا ہوا سمجھتا ہوں جن کے ماں باپ نے غلطی کرکے انگریز کی جھولی میں ڈالا تاکہ نوکری مل جائے۔ مگر اللہ تعالےٰ کی یاد کرنے کا طریقہ نہیں سکھایا اگر تم کو تمہارے ماں باپ اللہ تعالےٰ کی یاد سکھاتے۔ دین دار بناتے۔ کسی اللہ والے کی خدمت میں بیٹھ کر اصلاح کی کوشش کرتے تو آج تم کو اللہ تعالےٰ پر اعتماد ہوتا۔ اور اللہ تعالےٰ رزق کشادہ کرتا۔

۴۵ سال ہوگئے۔ مجھے قرآن مجید کی تعلیم دیتے۔ آج تک میں نے کبھی کسی سے ایک پائی تک تنخواہ نہیں لی۔ اس خدام الدین رسالہ کی آمدنی میں سے ایک پائی تک میرے لئے اور میری اولاد کے لئے حرام ہے۔ مگر اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے تم سب سے زیادہ مجھے دیتا ہے میں اللہ تعالےٰ کے فضل سے مکہ معظمہ حج وعمرہ کے لئے ہوائی جہاز پر گیا ہوں

کیا تم میں سے کوئی لاکھ پتی ۱۱ مرتبہ مکہ معظمہ ہوائی جہاز پر گیا ہے۔

مال حرام بود جائے حرام رفت

ہیں کوئی کام نہیں کرتا۔ میرے بیٹے کوئی کام نہیں کرتے۔ اور نہ میں نے انہیں انگریزی پڑھائی ہے تو کیا وہ بھوکے مرتے ہیں؟ - اللہ تعالیٰ کے فضل سے میرا بڑا بیٹا مسجد نبوی میں درس دیتا ہے۔ وہ بھی کوئی کام نہیں کرتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ بہت زیادہ حلال رزق عطا فرماتا ہے۔ مجھے تو کبھی یہ خیال نہیں آیا۔ کہ میں اور میرے بیٹے کہاں سے کھائیں گے اللہ تعالیٰ غیب سے رزق بھیج دیتے ہیں۔

قرآن مجید میں ہر نبی کا ارشاد ہے

وَمَآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ مِنْ اَجْرٍ
اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ترجمہ۔ اور میں تم سے اس (تبلیغ) کا کوئی اجر نہیں مانگتا میری مزدوری رب العالمین کے ذمے ہے (سورہ شعراء پارہ ۱۹)

ہر نبی اپنی امت سے یہ فرماتا تھا۔ کہ میں تم سے کوئی مزدوری نہیں مانگتا۔ تو کیا اللہ تعالیٰ آسمان سے چاولوں اور آٹے کی بوریاں نازل فرماتے تھے۔ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے مخلص بندوں کے دلوں میں القا فرماتے تھے۔ کہ جاؤ فلاں نبی کے ہاں فلاں چیز دے آؤ۔ انہیں اس کی ضرورت ہے اب جو اس طرح کوئی عالم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نقش قدم پر چل کر دنیا داروں سے بے پرواہ ہو کر اللہ تعالیٰ کے دین کی اشاعت کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے رزق کا خود ہی بندوبست فرما دیں گے۔

اللہ تعالیٰ آپ سب کو راہ راست پر لائے۔ جنت میں پہنچائے۔ استقامت عطا فرمائے۔ خاتمہ ایمان پر فرمائے اللہ تعالیٰ ہر اعتقاد کی توفیق عطا فرمائے ہر جماعت کو اس مجلس ذکر میں شامل ہو کر مغفرت کا تمغہ حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وعلی الہ واصحابہ اجمعین

بقیہ اداریہ صہ۳ سے آگے

یہ کامیابیاں اسلام کی برکت سے انتہائی ترقی یافتہ مادی دنیا کے مقابلہ میں ہوئیں۔ اب عدن، الجزائر وغیرہ چند ممالک ہیں جہاں کفر سسکیاں لے رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ وہاں کے مسلمانوں کی مدد فرمائے۔

اب اسلامی ملکوں میں دن بدن باہمی تعاون اور اتحاد کا جذبہ ترقی کرتا جا رہا ہے۔ اور اس کا ایک زبردست مظاہرہ مصر و شام کے اتحاد سے ہوا۔ جو دنیائے کفر کی آنکھوں میں کھٹکتا تھا آخر اس کو نظر لگ گئی شام نے الحاق ختم کر دیا مگر یمن نے متحدہ عرب جمہوریہ سے وابستگی کا دوبارہ اعلان کر کے استقامت کا ثبوت دیا اور اس کے مفادات کا تعلق بھی عدن کے انگریزوں کے مقابلہ میں مصر سے وابستہ ہے۔ شام کی بغاوت کو بھی مصر کے ناصر کی حسن تدبیر نے مضر نتائج تک نہیں پہنچنے دیا

سعودی عرب اور مصر میں زبانی شکر رنجی چلی آ رہی تھی جس کا نتیجہ فی الحال یہ برآمد ہوا کہ دونوں ملکوں کے سفارتی تعلقات منقطع ہو گئے مگر عرب لیگ سے توقع ہے کہ وہ حالات کو خراب نہ ہونے دے گی۔ تعجب یہ ہے کہ شاہ سعود نے مصر سے اس سفارتی انقطاع کا اعلان امریکہ جاتے ہوئے کیا ہے۔ اگر اس اعلان سے سعودی عرب کوئی فائدہ حاصل کرنا چاہتا ہے تو ہمیں زیادہ پریشان نہ ہونا چاہئے۔ کویت کو آزادی ملنے کے بعد عراق نے اس پر اپنا حق جتایا۔ باقی عرب ممالک نے عراق کے دعویٰ کی تائید کی۔ مگر سعودی عرب نے فوراً اپنی فوجیں شیخ کویت کی حمایت کے لئے (عراق سے بچانے کے لئے) بھیج دیں۔

کویت سعودی عرب سے ملتا ہے۔ ممکن ہے شاہ سعود کو کویت اور اس کے تیل کو اپنانے کا خیال ہو اور وہ اس سلسلہ میں امریکہ کی ہمدردی حاصل کرنا ضروری تصور کرتا ہو۔ اگر ایسا ہوگا۔ تو سعودی عرب اور عراق کے درمیان مناقشات کے بڑھ جانے کا خطرہ ہے۔ مصر کا نمائندہ بھی امریکہ سے آج کل تبادلۂ خیالات میں مشغول ہے

عربوں کی سیاسی ناتجربہ کاری اور زبردست قوتوں کی ان کے اندر ریشہ دوانیوں سے ان کے خطرناک سرپھٹول کا خطرہ تھا مگر ان کو فلسطینی مہاجرین کے مسئلہ اور الجزائری بہادر حریت نے ایک دوسرے کے قریب کر رکھا ہے۔ یہودیوں نے تو لاکھوں فلسطینی عرب مہاجرین کو دوبارہ آباد کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ مگر یہی انکار عربوں کی رائے عامہ کو باہمی اتحاد پر ابھارتا ہے۔ یہ مہاجرین تمام عرب ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ دوسری طرف الجزائری عربوں کی استقامت اور عالم اسلام کی ہمدردی نے فرانس کے ڈیگال کے ہوش و حواس درست کر دئے ہیں وہ جو کبھی دُم کو ہاتھ نہیں لگانے دیتا تھا نہ ناک پر مکھی بیٹھنے دیتا تھا آج الجزائر کی آزاد حکومت کو صلح کی بات چیت کی دعوت دیتا ہے گویا اس نے اس کی نمائندگی اور حق اقتدار کو تسلیم کر لیا ہے۔

دوسری طرف آزاد حکومت نے بات چیت سے اس وقت تک انکار کر دیا ہے جب تک الجزائری قیدیوں کے ساتھ اچھا سلوک اور سابق وزیر بن بیلا کو رہا نہیں کر دیا جاتا۔ فرانس نے اب اپنی گرفت ڈھیلی تو کر دی ہے اور مراکش کے شاہ مولا حسن کی مساعی سے الجزائری لیڈروں نے بھوک ہڑتال بھی ختم کر دی ہے امید ہے کہ مغربی ممالک عربوں کے جائز حقوق سے آنکھیں بند کر کے ~~اشتراکی~~ روس کو افریقہ میں نفوذ کا موقعہ نہ دیں گے۔

عام اہل اسلام کے لئے یہ مسرت کا پیغام ہے کہ مصری حکومت نے راکٹ کا تجربہ کر لیا ہے جو یہودیوں کی راجدھانی تک کو نشانہ بنا سکتا ہے۔ عام اہل اسلام کو *

* ہندوستان کے بعد دنیا میں [illegible] *

خطبہ یوم الجمعہ ۱۴ جمادی الثانی ۱۳۸۱ھ مطابق ۲۴ نومبر ۱۹۶۱ء

از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی دروازہ شیرانوالہ لاہور

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

اَمَّا بَعْدُ

(۱) جو لوگ اپنے نیک اعمال کا بدلہ دنیا ہی میں لینا چاہتے ہیں

ان کے اعمال کا بدلہ دنیا ہی میں دیدیا جاتا ہے

اور انہیں آخرت میں کچھ اجر نیکیوں کا نہیں ملیگا

(۲) اور جو لوگ اپنے اعمال صالحہ کا بدلہ آخرت میں لینا چاہتے ہیں

ان کو نیک اعمال کا اجر دنیا میں بھی مل کر رہیگا

اور

کامل مکمل آخرت میں بھی ملیگا

مضمون اول پر

پہلا شاہد

قولہ تعالی۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَھْدِ اللّٰہِ وَاَیْمَانِھِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰٓئِکَ لَا خَلَاقَ لَھُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ وَلَا یُکَلِّمُھُمُ اللّٰہُ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْھِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَلَا یُزَکِّیْھِمْ وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (سورۃ آل عمران رکوع ۸ پارہ ۳)

ترجمہ۔ بے شک جو لوگ اللہ تعالٰی کے عہد اور اپنی قسموں کے بدلے حقیر معاوضہ لیتے ہیں۔ آخرت میں۔ ان کا کوئی حصہ نہیں۔ اور ان سے اللہ (تعالٰی) کلام نہیں کرے گا اور قیامت کے دن ان کی طرف نہ دیکھے گا۔ اور انہیں پاک بھی نہ کرے گا۔ اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

مضمون اول پر

دوسرا شاہد

قولہ تعالی۔ (مَنْ کَانَ یُرِیْدُ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا وَزِیْنَتَھَا نُوَفِّ اِلَیْھِمْ اَعْمَالَھُمْ فِیْھَا وَھُمْ فِیْھَا لَا یُبْخَسُوْنَ ۝ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ لَیْسَ لَھُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ اِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِیْھَا وَبٰطِلٌ مَّا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝ (سورہ ہود رکوع ۲ پارہ ۱۲)

ترجمہ۔ جو کوئی دنیا کی زندگی اور اس کی آرائش چاہتا ہے تو ان کے اعمال ہم یہیں پورے کر دیتے ہیں اور انہیں کچھ بھی نقصان نہیں دیا جاتا۔ یہ وہی ہیں۔ جن کے لئے آخرت میں آگ کے سوا کچھ نہیں اور برباد ہوگیا۔ جو کچھ انہوں نے دنیا میں کیا تھا اور خراب ہوگیا۔ جو کچھ کمایا تھا۔

مضمون اول پر

تیسرا شاہد

قولہ تعالی۔ (مَنْ کَانَ یُرِیْدُ الْعَاجِلَۃَ عَجَّلْنَا لَہٗ فِیْھَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِیْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَہٗ جَھَنَّمَ یَصْلٰھَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا (سورۃ بنی اسرائیل رکوع ۲ پارہ ۱۵)

ترجمہ۔ جو کوئی دنیا چاہتا ہے تو ہم اسے سردست دنیا میں سے جس قدر چاہتے ہیں دے دیتے ہیں پھر ہم نے اس کے لئے جہنم تیار کر رکھی ہے جس میں ذلیل و خوار ہو کر گرے گا۔

دوسرے مضمون پر

پہلا شاہد

قولہ تعالی (اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ

اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ (سورۃ یونس رکوع ۷ پارہ ۱۱)

ترجمہ۔ خبردار بے شک جو اللہ (تعالیٰ) کے دوست ہیں۔ نہ ان پر ڈر ہے۔ اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ جو لوگ ایمان لائے اور ڈرتے رہے ان کے لئے دنیا کی زندگی اور آخرت میں خوشخبری ہے اللہ (تعالیٰ) کی باتوں میں تبدیلی نہیں ہوتی۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔

دوسرا شاہد

قولہ تعالیٰ (اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ۝ وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ۝ وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ۝ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ۝ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ۝ (سورۃ الرعد رکوع ۳ پارہ ۱۳)

ترجمہ۔ سمجھتے تو عقل والے ہی ہیں۔ وہ لوگ جو اللہ (تعالیٰ) کے عہد کو پورا کرتے ہیں اور اس عہد کو نہیں توڑتے اور وہ لوگ جو ملاتے ہیں جس کے ملانے کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ اور برے حساب کا خوف رکھتے ہیں۔ اور وہ جنہوں نے اپنے رب کی رضامندی کے لئے صبر کیا۔ اور نماز قائم کی۔ اور ہمارے دئے میں سے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کیا۔ اور برائی کے مقابلہ میں بھلائی کرتے ہیں۔ انہیں کے لئے آخرت کا گھر ہے۔ ہمیشہ رہنے کے باغ جن میں وہ خود بھی رہیں گے۔ اور ان کے باپ دادا اور بیویوں اور اولاد میں سے بھی جو نیکو کار ہیں۔ اور ان کے پاس ہر دروازے سے آئینگے کہیں گے۔ تم پر سلامتی ہو۔ تمہارے صبر کرنے کی وجہ سے پھر آخرت کا گھر کیا ہی اچھا ہے۔

برادران اسلام کی خدمت میں
قرآن شریف کی روشنی میں ایک
مخلصانہ مشورہ عرض کرتا ہوں

وہ یہ ہے۔ کہ عنوان کے نمبر دوم کو مقصود بنائیے۔ تا کہ تمام نیکیوں کا صلہ آخرت میں ملے۔ اور وہاں جزاء اعمال صالحہ ہی ملے گی۔

دنیا میں

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہر ذی روح کی ضروریات کے پورا کرنے کا خود ذمہ لیا ہوا ہے۔ قرآن مجید کے بارھویں پارہ کے ابتدا میں اللہ تعالیٰ نے ہر جاندار جو پیدا کیا ہے اس کی ضروریات پورا کرنے کی ذمہ واری اپنے ذمہ لے رکھی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔ (وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا) الآیۃ ترجمہ کا حاصل یہی ہے۔ کہ ہر جاندار کی ضروریات دنیاوی کے پورا کرنے کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے۔

اس لئے

ضروریات دنیاوی کا ذمہ تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ چھوڑئیے۔

آخرت

کی ضروریات کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے نہیں اٹھائی۔

بلکہ

آخرت کے متعلق اللہ جل شانہٗ کا اعلان واجب الاذعان۔

سنئے

قولہ تعالیٰ (فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝ (سورۃ الزلزال رکوع ۱ پارہ ۳۰)

ترجمہ۔ جو شخص دنیا میں ذرہ جتنی نیکی کرے گا۔ اس کا اجر پائے گا۔ اور جو شخص ذرہ جتنی برائی کرے گا۔ اس کی سزا پائے گا۔

لہذا

میرا مشورہ یہ ہے۔ کہ ایسے اعمال کیجئے جن کے باعث آخرت کی گرفت سے بچ سکیں۔ وما علینا الا البلاغ۔

جھوٹ کی حرمت

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا۔ کہ بے شک صدق اور سچائی بھلائی کی طرف ہدایت کرتی ہے اور بھلائی جنت کی طرف راہنمائی کرتی ہے اور آدمی برابر سچ بولتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ حق تعالیٰ کے ہاں اس کو صدیق (سچ بولنے والا) لکھ دیا جاتا ہے۔ اور جھوٹ برائی اور بے حیائی کی راہ بتاتا ہے۔ اور برائی دوزخ کی راہ دکھلاتی ہے۔ اور آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کو اللہ رب العزت کے ہاں جھوٹا (کذاب) لکھ دیا جاتا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ سب سے بڑا بہتان یہ ہے کہ آدمی اپنی آنکھوں سے وہ چیز دکھائے جو آنکھوں نے نہیں دیکھی ہے۔ معنی یہ کہ جھوٹ کہے۔

محمد شفیع عمرالدین، سانگھڑ

اللہ تعالیٰ کی نعمتیں

نعمتیں ان گنت ہیں :-

اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِہٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّکُمْ ۚ وَ سَخَّرَ لَکُمُ الْفُلْکَ لِتَجْرِیَ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِہٖ ۚ وَ سَخَّرَ لَکُمُ الْاَنْهٰرَ ۝ وَ سَخَّرَ لَکُمُ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ دَآئِبَیْنِ ۚ وَ سَخَّرَ لَکُمُ الَّیْلَ وَ النَّهَارَ ۝ وَ اٰتٰىکُمْ مِّنْ کُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ کَفَّارٌ ۝

(سورہ ابراہیم ع ۵)

ترجمہ :- اللہ وہ ہے۔ جس نے آسمان اور زمین بنائے اور آسمان سے پانی نازل کیا۔ پھر اس سے تمہارے کھانے کو پھل نکالے۔ اور کشتیاں تمہارے تابع کر دیں۔ تاکہ دریا میں اس کے حکم سے چلتی رہیں اور نہریں تمہارے تابع کر دیں اور سورج اور چاند کو تمہارے تابع کر دیا جو ہمیشہ چلنے والے ہیں۔ اور تمہارے لئے دن اور رات کو تابع کیا۔ اور جو چیز تم نے اس سے مانگی۔ اس نے تمہیں دی۔ اور اگر اللہ کی نعمتیں شمار کرنے لگو تو انہیں شمار نہ کر سکو۔ بے شک انسان بڑا بے انصاف ناشکرا ہے۔

حضرت شیخ سعدیؒ نے کیا ہی خوب فرمایا ہے ؎

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کار اند
تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری
ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرمانبردار
شرطِ انصاف نباشد کہ تو فرمان نبری

•

یعنی بادل، ہوا، چاند، سورج اور آسمان سب کام میں لگے ہوئے ہیں تاکہ تجھے روزی مہیا ہو اور تو اسے غفلت کے ساتھ نہ کھائے۔ یہ سب تیرے لئے کام میں لگے ہوئے اور تیرے تابع ہیں اب یہ انصاف کی بات نہیں کہ تو اللہ تعالیٰ کے احکام نہ بجا لائے اور اس منعم حقیقی جس نے تجھے اور سب نعمتوں کو پیدا کیا، کی شکر گذاری نہ کرے۔

شکر گذار بنو

فَکُلُوْا مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰہُ حَلٰلًا طَیِّبًا ۪ وَّ اشْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ اِنْ کُنْتُمْ اِیَّاہُ تَعْبُدُوْنَ ۝

(النحل آیت ۱۱۴ - ع ۱۵)

ترجمہ :- پھر تمہیں اللہ نے جو کچھ حلال طیب روزی دی ہے کھاؤ۔ اور اللہ کے احسان کا شکر کرو۔ اگر تم صرف اُسی کو پوجتے ہو۔

یعنی جس کو خدا کی پرستش کا دعویٰ ہو اُسے لائق ہے کہ خدا کی دی ہوئی حلال و طیب روزی سے تمتع کرے اور اس کا احسان مان کر شکر گذار بندہ بنے۔ حلال کو حرام نہ سمجھے اور نعمتوں سے منتفع ہوتے وقت منعم حقیقی کو نہ بھولے۔

بلکہ

اس پر اور اس کے بھیجے ہوئے پیغمبروں پر ایمان لائے اور اسی کے احکام و ہدایت کی پابندی کرے۔

(مولانا عثمانیؒ)

یاد رہے کہ منعم حقیقی کی شکر گذاری اور فرمانبرداری سے نعمتیں زیادہ ملتی ہیں۔

وَ اِذْ تَاَذَّنَ رَبُّکُمْ لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ وَ لَئِنْ کَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ ۝

(سورہ ابراہیم آیت ۷ - ع ۲)

ترجمہ :- اور جب تمہارے رب نے یہ سنا دیا تھا کہ البتہ اگر تم شکر گذاری کرو گے تو اور زیادہ دوں گا۔ اور اگر ناشکری کرو گے تو میرا عذاب بھی سخت ہے۔

"موسیٰ علیہ السلام کا مقولہ ہے یعنی وہ وقت بھی یاد کرو۔ جب تمہارے پروردگار نے اعلان فرما دیا کہ اگر احسان مان کر زبان و دل سے میری نعمتوں کا شکر ادا کرو گے تو اور زیادہ نعمتیں ملیں گی، جسمانی، روحانی، دنیوی و اخروی ہر قسم کی۔ (وَلَئِنْ کَفَرْتُمْ) موجودہ نعمتیں سلب کر لی جائینگی۔ اور ناشکری کی مزید سزا الگ رہی۔

حدیث شریف میں ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک سائل آیا۔ آپؐ نے ایک کھجور عنایت فرمائی۔ اس نے نہ لی یا پھینک دی۔ پھر دوسرا سائل آیا اس کو بھی ایک کھجور دی۔ وہ بولا "سبحان اللہ! تمرۃ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تبرک ہے آپؐ نے باندی کو حکم دیا کہ اُم سلمہؓ کے پاس جا کر جو چالیس درہم رکھے ہیں وہ اس (شکر گذار) سائل کو دلوا دے۔"

(حضرت مولانا عثمانیؒ)

امام غزالیؒ کا فرمان

"پہلے ہمیشگی نعمت کا بیان سنو

اور اس بات کو جان لو۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اَلنِّعْمَةُ وَحْشِیٌّ قَيِّدُوْهَا بِالشُّكْرِ ۵ (نعمت وحشی جانور کی مانند ہے۔ اس کو شکر کے ساتھ قید کرو) کیونکہ اللہ تعالےٰ کے شکر کے ساتھ نعمت قائم اور دائم رہتی ہے اور ناشکری کے باعث زائل ہو جاتی ہے چنانچہ اللہ تعالےٰ ایک قوم کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:۔

فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ۵

(سورہ النحل آیت ۱۱۲ - ع ۱۴)

ترجمہ:۔ پھر اللہ کے احسانوں کی ناشکری کی پھر اللہ نے ان کے اِن بُرے کاموں کے سبب سے جو وہ کیا کرتے تھے یہ مزہ چکھایا کہ ان پر فاقہ اور خوف چھا گیا۔

(منہاج العابدین)

منعمِ حقیقی سے روگردانی نہ کرو

۱۔ يَآيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ط هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ط لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ز صلے فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۵

(سورہ فاطر آیت ۳)

ترجمہ:۔ اے لوگو! اللہ کے اس احسان کو یاد کرو۔ جو تم پر ہے۔ اللہ کے سوا کوئی اور بھی خالق ہے جو تمہیں آسمان اور زمین سے روزی دیتا ہو؟ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ پھر تم کہاں اُلٹے جا رہے ہو۔

لہٰذا انسان کو چاہیے کہ منعمِ حقیقی کا حق پہچانے اور یہ چار روزہ زندگی اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مطابق گذار لے اور دو جہان کی سرخروئی سے ہمکنار ہو۔

۲۔ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّ اَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ۵ جَهَنَّمَ ج يَصْلَوْنَهَا ط وَبِئْسَ الْقَرَارُ ۵ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ط قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ ۵

(سورہ ابراہیم آیت ۲۹-۳۰ - ع ۵)

ترجمہ:۔ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ جنہوں نے اللہ کی نعمت کے بدلے میں ناشکری کی۔ اور اپنی قوم کو تباہی کے گھر میں اتارا جو دوزخ ہے۔ اس میں داخل ہوں گے اور برا ٹھکانہ ہے۔ اور اللہ کے لئے شریک ٹھہرائے تاکہ گمراہ کریں اس کے راستہ سے۔ اور فرما دیجئے نفع حاصل کر لو۔ بے شک تمہارا آگ میں ٹھکانا ہے

"(قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ) اس سے کفار و مشرکین کے سردار مراد ہیں۔ خصوصاً روسائے قریش، جن کے ہاتھ میں اس وقت عرب کی باگ تھی یعنی حق تعالےٰ نے ان پر کیسے احسان کئے اُن کی ہدایت کے لئے پیغمبر علیہ السلام کو بھیجا، قرآن اُتارا اپنے حرم اور بیت کا مجاور بنایا عرب کی سرداری دی۔ انہوں نے ان نعمتوں اور احسانات کا بدلہ یہ دیا کہ خدا کی ناشکری پر کمربستہ ہو گئے۔ اس کی باتوں کو جھٹلایا۔ اس کے پیغمبر سے لڑائی کی آخر اپنی قوم کو لے کر تباہی کے گڑھے میں جا گرے۔

(وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ ...) یعنی خدا کے احسانات سے متاثر ہو کر منعمِ حقیقی کی شکرگزاری اور اطاعت شعاری میں لگتے۔ یہ تو نہ ہوا، الٹے بغاوت پر کمربستہ ہو گئے خدا کے مقابل دوسری چیزیں کھڑی کر دیں۔ جن پر خدائی اختیارات تقسیم کئے۔ اور عبادت جو خدائے واحد کا حق تھا وہ مختلف عنوانوں سے اُن کے لئے ثابت کرنے لگے۔ تاکہ اس سلسلہ میں اپنے ساتھ دوسروں کی راہ ماریں اور انہیں بھکا کر اپنے دام سیادت میں پھنسائے رکھیں۔

(قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ) یعنی بہتر ہے بیوقوفوں کو جال میں پھنسا کر چند روز جی خوش کر لو۔ اور دنیا کے مزے اڑا لو مگر تابکے آخر دوزخ کی آگ میں ہمیشہ رہنا ہے۔ کیونکہ اس مزے اڑانے کا یہی نتیجہ ہوگا۔ گویا یہ جملہ ایسا ہوا۔ جیسے ایک طبیب کسی بد پرہیز مریض کو خفا ہو کر کہے۔ كُلْ مَا تُرِيْدُ فَاِنَّ مَصِيْرَكَ اِلَى الْمَوْتِ۔ جو تیرا جی چاہے کھا کیونکہ ایک دن یہ مرض تیری جان لے کر رہے گا۔ (مولانا عثمانیؒ)

مسلمانوں کو حکم

سَلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ كَمْ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ اٰيَةٍۢ بَيِّنَةٍ ط وَمَنْ يُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۵

(البقر آیت ۲۱۱)

ترجمہ:۔ بنی اسرائیل سے پوچھئے کہ ہم نے انہیں کتنی روشن دلیلیں دیں اور جو اللہ کی نعمت کو بدل دیتا ہے بعد اس کے کہ وہ اس کے پاس آ چکی ہو تو بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

حاشیہ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی

"مسلمانوں کو حکم ہوا کہ سارے کے سارے اسلام میں داخل ہو جاؤ ایسا نہ ہو کہ وہ بنی اسرائیل کی طرح زبان سے تو پابندیٔ احکام کا اقرار کرتے جائیں لیکن عمل کے اعتبار سے اس کی بے قدری کے مرتکب ہوں اور ان تمام سزاؤں کے مستوجب قرار پائیں جو بنی اسرائیل کو دی گئیں۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہمیں صبر دے اور مسلمان کر کے موت دے۔

کُنْ فِی الدُّنْیَا کَاَنَّکَ غَرِیْبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِیْلٍ (بخاری)
دُنیا میں ایسا رہ کہ گویا تُو مسافر یا راہگیر ہے

دُنیا کا مُسافِر

مولانا سعد حسن خاں یوسفی ٹونکی

—(۲)—

آخرت کچھ دُور نہیں

آخرت کے راہی ذرا تو سوچ کچھ تو عقل سے کام لے۔ آخرت کو بھلاتا ہے جو تیری طرف تیزی سے بڑھتی آ رہی ہے۔ دنیا سے دل لگاتا ہے جس کو تُو پیٹھ کی جانب چھوڑتا جا رہا ہے۔ آگے دیکھ پیچھے نہ دیکھ، جو آگے دیکھ کر چلے گا وہ سیدھا بےخطر چلے گا اور جو چلتے میں پیچھے مُڑ مُڑ کر دیکھے گا وہ ٹھوکر کھائے گا۔ منہ کے بل گرے گا۔ حضرت لقمان اپنے صاحبزادہ کو کیا خوب نصیحت فرماتے ہیں دنیا کی پول کھولتے ہیں — انسان کو خواب غفلت سے جگاتے ہیں، آخرت کا دھیان دل میں بٹھاتے ہیں فرماتے ہیں۔ عرصہ دراز سے لوگوں کو حشر و نشر، حساب کتاب اور منزل آخرت کے پیش آنے والے جن امور کا وعدہ دیا جا رہا ہے وہ ان کو دور نظر آ رہے ہیں وہ اُن سے بےفکر و بےغم ہیں۔ انہوں نے اپنی فکر و سوچ کو ہٹا کر راہ دنیا پر لگا دی ہے حالانکہ یہ انصاف کا خون کرنا ہے عقل کو دھوکا دینا ہے۔ دنیا میں اگر انسان ٹھہرا ہوتا برقرار و پُرسکون ہوتا حرکت و اضطراب سے دُور ہوتا تو اس خیال میں کچھ حقیقت ہوتی اور وہ اپنے اس خیال میں قدرے حق بجانب ہوتا۔ لیکن واقعہ تو یہ ہے کہ انسان آخرت کی طرف سرعت و تیزی سے بڑھتا جا رہا ہے۔ دُنیا سے دُور بلکہ دُور تر اور آخرت سے قریب بلکہ قریب تر ہوتا جا رہا ہے پھر ایسی چیز جو سامنے چلی آ رہی ہو۔ آج کچھ اور کل اور قریب ہو رہی ہو اس کو کون عقلمند دُور جانے گا پھر صاحبزادے کو خطاب فرما کر ارشاد فرماتے ہیں۔

کہ اے صاحبزادے! دنیا میں جب سے تم نے قدم رکھا ہے تم ایک راستہ پر چل پڑے ہو — تمہارے آگے پیچھے کی دو سمتیں قائم ہو گئی ہیں۔ تمہاری پشت دنیا کی طرف ہے اور منہ آخرت کی جانب یعنی دنیا کو چھوڑ رہے ہو، آخرت کی سمت میں بڑھ رہے ہو۔ جس طرح تمہارا رخ آخرت کی جانب ہے تم اپنے خیال و دھیان کو بھی ادھر ہی پھیر دو۔ اور آخرت کو کچھ دور نہ جانو پھر اسی حقیقت کو ایک نہایت پاکیزہ مثال سے وضاحت کی روشنی میں لاتے ہیں اور یوں گوہر بار ہوتے ہیں کہ اے صاحبزادے تم ذرا یہ سوچو کہ اگر دو گھر ہوں اور تم ایک سے نکل کر دوسرے کی جانب روانہ ہو تو تم اس گھر سے قریب تر ہو جس کی طرف تم بڑھتے جا رہے ہو اور اس گھر سے تم دُور تر ہو جس کو تم چھوڑتے جا رہے ہو رفتہ رفتہ اور قدم قدم پر پیچھے رہنے والی چیز کس قدر بھی قریب ہو، دُور ہے۔ لمحہ بہ لمحہ ساعت بہ ساعت آگے سے آنے والی چیز کس قدر بھی دُور ہو، قریب ہے۔ دنیا کی نزدیکی پل پل دوری سے بدل رہی ہے۔ آخرت کی دوری لمحہ بہ لمحہ نزدیکی سے بدل رہی ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اے دنیا کے مسافر! منزل آخرت کو دُور نہ جان، اُس کو اپنے دھیان و خیال سے نہ نکلنے دے۔ ہر دم اور ہر گھڑی اُسی کی تیاری میں لگا رہ۔ دنیا کو خطرہ میں نہ لا۔ اس پر اپنی توجہ نہ لگا۔ جس کو تُو چھوڑے اس کی طرف کیا منہ موڑے۔ تُو ایسا ناعاقبت اندیش نہ بن کہ پُوری راہ غفلت میں طے کرے پھر آخر جب نقارۂ رحلت بجے اور تو منزل مقصود میں قدم رکھے تو تیری آنکھیں کھلیں تب سمجھے کہ جس کو منزل سمجھا تھا وہ منزل نہ تھی، راہ تھی۔ جس کو ہمیشہ کی فرودگاہ خیال کیا تھا وہ عارضی اور وقتی قیام گاہ تھی۔ بس اس حیرانی اور یاس و حسرت میں تُو دست حسرت ملے اور زبان پر یہ الفاظ ہوں۔ یَا لَیْتَنِیْ قَدَّمْتُ لِحَیَاتِیْ۔ کہ کاش میں اپنی زندگی کے لئے کچھ آگے بھیجتا جس کو آج یہاں آ کر پاتا اور آج خالی ہاتھ نہ ہوتا ماضی پر نہ روتا، کئے کو نہ بھگتتا، بلکہ کوشش کا ثمرہ پاتا۔ سامانِ راہ سے فائدہ اٹھاتا اور روتے تو میں ہنستا۔ اوروں کا مستقبل تاریک ہوتا۔ تو میرا مستقبل روشن ہوتا۔ بس اے ہوشمند انسان اس بےوفا دنیا پر کبھی تکیہ نہ کر اور دنیا کے ناپائدار دنوں پر اپنی لمبی لمبی امیدوں کی عمارتیں کھڑی نہ کر۔ یہ دنیا جس پر تُو فریفتہ ہے جس کا تُو عاشق اور دلدادہ ہے یہ تیری کبھی نہیں بنتی تیرے ساتھ ہمدردی کبھی نہیں کرتی بلکہ منٹوں میں تیری آرزوؤں کو خاک میں ملاتی ہے۔ تیری امیدوں پر پانی پھیرتی ہے۔ اور اشاروں سے تجھے آخرت میں جا چھوڑتی ہے۔ اس لئے تو اس کی بےرُخی اور بےوفائی کو دھیان میں رکھ اور منٹ منٹ قدم قدم پر

خاص ہدایت

"خدام الدین" کو ردّی میں فروخت نہ کریں۔ خود پڑھ کر دوسروں کو دے دیں۔

موت سے ڈر۔ کیا پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے ساتھی حضرت معاذؓ کا فرمان تو نے سنا ہے انہوں نے دنیا کو کس نظر سے دیکھا ہے۔ فرماتے ہیں۔ مَا خَطَوْتُ خَطْوَۃً اِلَّا ظَنَنْتُ اَنِّیْ لَا اُتْبِعُہٗ اُخْریٰ۔ کہ میں نے زندگی میں جو بھی قدم اٹھایا اس پر خیال کیا کہ شاید دوسرا قدم نہ اٹھا سکوں اور دوسرا قدم اٹھانے سے پہلے آخرت کو سدھاروں لہٰذا دنیا کے مسافر ذرا اپنے حال کو ان بزرگوں کے حال سے ملا کہ تیری غفلت کا یہ عالم ہے کہ تو دنوں اور مہینوں موت کا دھیان دل میں نہیں لاتا۔ موت سے نہیں کھٹکتا۔ دنیا کو آخرت سمجھ بیٹھا ہے اور آخرت کو ایک دھوکا جانا ہے جان لے کہ تو اگرچہ موت سے بے فکر ہو بے غم اور نڈر ہو۔ مگر موت تیری فکر میں ہے، گھات میں لگی ہے۔ وقت کی منتظر ہے ادھر وقت آیا ادھر کہیں نہ کہیں سے تجھ کو ڈھونڈ نکالے گی تیری لمبی لمبی امیدوں اور آرزوؤں پر چھری چلائے گی۔ اور اشاروں میں تجھ کو تیرے مولا سے جا ملائیگی اس لئے اے دنیا کے مسافر! زندگی کو غنیمت جان، اس کی ایک ایک گھڑی کی قدر و قیمت پہچان کیا تجھ کو پتہ ہے تیرے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا ہے اِغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ وَ صِحَّتَكَ قَبْلَ سُقْمِكَ وَ غِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ وَ فَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ وَحَيٰوتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ۔ (ترمذی)

ترجمہ:۔ یعنی پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جان۔ جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، صحت کو بیماری سے پہلے، امیری کو فقیری سے پہلے، فراغت کو مشغولی سے پہلے، زندگی کو موت سے پہلے۔

گویا اے انسان! اگر تو جوان ہے، تنومند و توانا ہے۔ طاقت و قوت سے بھرپور ہے، جوش و امنگ سے مالا مال ہے تو زندگی کے اس زریں موقع کو ہرگز نہ گنوا۔ پوری طاقت و ہمت سے آخرت کما۔ اللہ کی دی ہوئی جوانی کو اس کی حکم برداری میں کھپا۔ یہ سوچ کر عقل و انصاف کا خون نہ کر کہ ابھی تو دنیا کا مزا لے لیں، زندگی کی بہار کا لطف اٹھا لیں۔ جب بوڑھے ہونگے جوانی کے دن ڈھلیں گے قوت و طاقت میں گریں گے تو آقا کے سامنے جھکیں گے، آخرت کا سوچیں گے اور ادھر کی تیاری کریں گے۔ اے انسان! کس قدر شرم و حیات کی بات ہے کہ جب تو کسی کام کا ہو تو تو شیطان کے ہاتھوں میں کھیلے، دنیا کے ہاتھ بکے، خواہشات کا کھلونا بنے اور جب تیرے بدن کی ہر چیز جواب دے اور تیرا بدن طاقت چھوڑ بیٹھے بینائی و شنوائی بھی کھو بیٹھے اور تو دنیا کو نہ چھوڑے بلکہ دنیا تجھ کو چھوڑ دے اس طرف تو مولا کی طرف رُخ کرے اور آخرت کا دھیان دل میں لائے۔ اُن عاجزی کے دنوں میں تجھ سے کیا بن آئیگا کئے کاموں کو بھی بگاڑے گا۔ ارادے تو کرے گا مگر کچھ نہ کر سکے گا۔

لہٰذا اے ہوشمند انسان قدرت و طاقت کے ایام کو غنیمت جان کام کو عاجزی کے دنوں پر نہ ٹال۔

اگر تو تندرست ہے چاق و چوبند ہے صحت کے مزے لوٹ رہا ہے تو آخرت کا دھیان کر موت کے بعد کی فکر کر اور بیمار ہونے سے پہلے بہت کچھ کر گذر۔ صحت اللہ کی زبردست نعمت ہے بلکہ ہزاروں نعمتوں کی ایک نعمت ہے اس نعمت کو دنیا پر لگا کر آخرت کو ہاتھ سے نہ گنوا۔ انسان بیماریوں میں گھرا ہے آفات جسمانی کا نشانہ ہے کیا پتہ کب تک تندرست ہے اور کب بیمار ہے بیماری میں آخرت یاد آئی تو کیا کر سکے گا۔ عاجزی کے دنوں میں قدرت کے اسباب کہاں پائے گا۔ مجبوری ہو گی معذوری ہوگی پچھتائیگا اور صحت کو یاد کرے گا۔ اور اپنی غفلت پر چار آنسو بہائے گا مگر گیا وقت پھر ہاتھ نہ آئے گا

اگر تو مالدار و غنی ہے روپیہ پیسہ میں کھیلتا ہے۔ خوشحالی اور بے غمی میں پلتا ہے تو اس بیش قیمت موقع کو رائگاں نہ کھو اور اپنی خوشحالی میں اپنے مولا کو بھی خوش کر دے آخرت کے خوشی کے سامان مہیا کر لے ہمیشہ کو آخرت پر قربان کر دے۔ مال کو وہاں کی بھلائی پر لٹا دے۔ جانتا ہے دنیا کی دولت ہرتی پھرتی سایہ ہے۔ آج ہے کل نہیں ہے فقیر و نادار ہو جائے گا تو پچھتائے گا کہ ہائے امیری میں کچھ کر لیتا آخرت کے دنوں کو بنا لیتا تو آج نہ پچھتاتا

اگر آج تجھ کو فرصت ہے فراغت ہے تو اس انمول گھڑی کو غنیمت جان۔ دنیا کے بازار میں سب کچھ ہے مگر فرصت نہیں ہے۔ ہر شخص کام سے نالاں ہے شغل میں سرگرداں ہے۔ اگر ظاہر میں کوئی بیکار ہے تو اس کی بیکاری بھی اس پر کام سے زیادہ بار ہے۔ غرض یہاں دنیا میں فراغت بہت کم ہے مشغولیت بہت زیادہ ہے لہٰذا اگر تو فرصت پالے تو اس کو آخرت کی درستی میں لگا دے اسی طرح اگر تو زندہ ہے تو زندگی کے ایک ایک لمحہ کی قدر کر۔ اور آخرت کی درستی میں کمی نہ کر۔ زندگی کا کچھ بھروسہ نہیں۔ سانس کا کچھ اعتبار نہیں۔ ابھی تو اگر زندوں میں ہے تو ابھی مُردوں میں ہے ابھی دوسرے تیرے کندھوں پر ہیں تو ابھی تو خود ان کے کندھوں پر ہے۔ لہٰذا موت سے پہلے کچھ کر لے اس چلتی دنیا سے کچھ لے چل۔ ورنہ عنقریب اس رہتی بستی دنیا کو تو چھوڑ جائے گا۔ اور خود چل بسے گا۔ سب کچھ ہوگا ایک تو نہ ہوگا۔

آخرت کی ہولناکی

اے دنیا کے مسافر اور آخرت کے راہی! اس سفر دنیا میں تو نے بڑی بڑی تکلیفیں جھیلیں۔ طرح طرح کی ٹھوکریں کھائیں۔ لیکن اگر تو نے پورے سفر میں اپنی آخرت

پر نظر رکھی۔ دل میں اس کی فکر رکھی تو یاد رکھ ان ساری راہ کی تکلیفوں کو تو موت کے بعد یکسر بھلا دے گا۔ منزل آخرت میں پہنچ کر ساری کلفتیں بیک دم دل سے مٹا دے گا اور اگر تو غفلت کا شکار ہوا دنیا میں خالی ہاتھ آیا اور خالی ہاتھ یہاں سے چلا تو سمجھ کہ ہمیشہ کے لئے راحت سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ ہمیشہ کا چین کھو بیٹھا۔ سب سے پہلے تیرے سامنے قبر کی سخت دشوار گذار گھاٹی ہے جس سے تجھ کو گذرنا لازمی ہے تیرے نبی مقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے اور عقلمند کے لئے کھلا اعلان ہے۔ اِنَّمَا الْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ اَوْ حُفْرَةٌ مِّنْ حُفَرِ النَّارِ (ترمذی)

ترجمہ:۔ کہ قبر یا تو جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔

اگر قبر تیرے لئے باغ بن گئی تو تو خوشی میں باغ باغ ہے۔ اور اگر گڑھا ہو گئی تو تو عذاب الٰہی کا لقمہ ہے، سانپ بچھوؤں کی غذا ہے کیڑے مکوڑوں کا شکار ہے پھر سوچ اگر تو نے دنیا کا سفر بے سوچے گذارا، بے سروسامانی سے یہاں چل بسا تو تیری قبر میں کیا گت بنے گی۔ تو چلائے گا چیخے گا مگر تیری شنوائی نہ ہو گی بس تو ہوگا اور تیرا عمل ہوگا اور کئے کو بھگت رہا ہوگا۔ تیرے نبی مقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ گرامی ہے کہ ہر روز قبر آواز دیتی ہے اور جنّ و انسان کے علاوہ دنیا کی ہر چیز کو اپنی آواز سناتی ہے۔ اَنَا بَيْتُ الْغُرْبَةِ وَ اَنَا بَيْتُ الْوَاحِدَةِ وَ اَنَا بَيْتُ التُّرَابِ وَ اَنَا بَيْتُ الدُّوْدِ۔ (ترمذی)

ترجمہ:۔ کہ میں غربت کا گھر ہوں، میں تنہائی کا گھر ہوں میں مٹی کا گھر ہوں۔ میں کیڑوں کا گھر ہوں۔

ہائے کیا ہولناک حال ہوگا تو تن تنہا غریبوں کی طرح مٹی میں پڑا ہوگا۔ ہیبت ناک سانپ تجھے چپٹے ہوں گے اور تجھ کو ڈستے ہونگے اور وہ سانپ ایسے زہریلے ہونگے کہ بمطابق فرمان نبوی اگر ان میں سے ایک سانپ اس زمین پر پھونک مار دے تو تا قیامت زمین سے روئیدگی کا مادہ مٹا دے اور ہمیشہ کے لئے زمین کو جلا پھینکے۔

قبر کی منزل کے بعد آخرت کی کڑی منزل ہے سخت ہولناک اور دلگداز ہے، دل شکن اور دلفگار ہے خالق دو جہاں نے اس کی ہولناکی اس کے مختلف ناموں سے کھولی ہے کیونکہ نام مسمّٰی کی کھلی نشانی ہے۔ یہی قَارِعَة ہے جو دلوں کو خوف و ہراس سے پاش پاش کر ڈالے گی۔ اتحاد و یگانگت کا شیرازہ بکھیر دے گی پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کر ڈالے گی۔ آسمانوں کو چیر دے گی، زمین کو لپیٹ دے گی۔ ہر ایک کا کیا اس کے سامنے لے آئے گی۔ یہی غَاشِيَة ہے جو ہوشربا واقعات سے انسانوں کو ڈھک لے گی۔ طرح طرح کی ہولناکیوں میں چھپا لے گی۔ کسی کو بھاگنے کا رخ نہ مل سکے گا۔ کوئی بچاؤ کا راستہ نہ پا سکے گا۔ برے عمل بھیانک صورت میں ہر ایک کے سامنے ہوں گے جو اس کے تن بدن کو لرزا دیں گے۔ یہی یوم عظیم ہے۔ جبکہ سارے انسان اپنے اعمال لے کر سب سے بڑے بادشاہ کی عدالت میں پیش ہوں گے اور آخری فیصلہ کے لئے ہراساں و ترساں ہوں گے یہی حَاقَّة ہے جو آخرت کی ہولناکیوں کو سچّا کر دکھائے گی وہاں کے سارے خطرات کو سامنے لا کھڑا کرے گی۔ انسان ماضی اور مستقبل کو وہاں یکجا دیکھے گا اگلے پچھلے عملوں کو اکٹھا پائے گا اور اپنے بچاؤ کے رُخ ٹٹولتا ہوگا۔ آئی بلا کو سر سے ٹالتا ہوگا۔ مگر پتہ لگا لے گا کہ واقعی ٹوٹی کی بوٹی نہیں۔ علاج کا وقت جا چکا سدھار کا موقع گذر چکا۔ اب مصیبت میں گھرا ہے بس اب اللہ ہی اللہ ہے۔ یہی منزل ہے جس کا نام يَوْمُ التَّلَاقِ ہے یعنی وہ دن اگلے پچھلوں کو جوڑ دے گا۔ سب کو یکجا کر دے گا۔ بچھڑے ہوؤں کو ملا دے گا۔ بکھروں کو اکٹھا کر دیگا۔ یہی يَوْمُ الْاٰزِفَة ہے یعنی قریب آ جانے والا دن۔ کیونکہ وہ انسانوں سے کچھ دور نہیں۔ ابھی مرے ابھی سر پر ہے۔ ابھی قبر ہے تو ابھی حشر و نشر ہے۔ یہی يَوْمُ الْحِسَاب ہے یعنی دنیا عمل کا میدان ہے تو آخرت حساب کا دن ہے۔ ایک ایک عمل کا حساب ہوگا ہر ایک کا کچّا چٹھّا اس کے سامنے ہوگا اس کو انکار کا موقع نہ ہوگا۔ سوائے اقرار کے کوئی چارہ نہ ہوگا ہر ایک بات کو ماننا ہوگا، معافی چاہنا ہوگا کئے پر نادم و پشیمان ہوگا۔ غرض اپنے عمل پر آپ گواہ ہوگا۔ اور اقراری مجرم ہوگا — لہٰذا اے آخرت کے راہی تو آخرت کے مختلف القاب سے اس کی ہولناکی کا اندازہ کر اور خدا را دنیا سے کچھ لے چل۔ تیرے سامنے یہ خطرات ہیں۔ اور تو غفلت سے چل رہا ہے۔ آنکھوں دیکھے کنوئیں میں گر رہا ہے۔ لِلّٰہ یہ کیا کر رہا ہے۔ ہوش سنبھال جلد سدھر، ماضی کو جانے دے، مستقبل کی فکر کر۔ دیکھ آخرت کی سب سے بڑی ہولناکی یہی ہے کہ وہاں عمل کا دروازہ بند ہے۔ تلافی کا راستہ مسدود ہے یا تو ابدی خوشی و مسرت ہے یا ابدی یاس و حسرت ہے اس لئے عقل کا تقاضا ہے کہ دنیا کے سفر میں ہوش و بیداری ہو اور منزل آخرت کی پوری پوری تیاری ہو۔ یہاں کا ایک ایک لمحہ اور ایک ایک پل غفلت میں نہ گذرے اس راستہ کا ایک ایک قدم نہایت ہوشیاری اور سنجیدگی سے اٹھے۔ ہر وقت یہ نظریہ پیش نظر ہو کہ جو کچھ ہو، وہ ذخیرہ آخرت ہو۔ یہاں کا کچھ ہو یا نہ ہو لیکن وہاں کا ضرور کچھ ہو۔ یہاں کا چاہے سب کچھ بگڑے لیکن وہاں کا ضرور سدھرے اس راہ دنیا کا آرام اگر اب ہاتھ سے گیا تو اب رنج ہوگا۔ پھر رنج کبھی نہیں ہوگا لیکن اگر

آخرت کے آرام کی پروا نہ کی۔ تو گو اس کا اب رنج نہ ہو لیکن منزل مقصود پر پہنچ کر رنج ہوگا اور پھر وہ رنج کبھی ختم نہ ہوگا۔ اگر دنیا میں عمل بھی ہوتا اور ساتھ ساتھ حساب بھی ہوتا یعنی باز پرس بھی ساتھ ساتھ ہوتی، تو آخرت کی راحت شاید ہی کسی کے ہاتھ سے جاتی۔ یہاں کی غلطی یہیں نکال لی جاتی۔ لغزش اگر ہوتی تو تلافی بھی اس کے ہمراہ ہوتی۔ لیکن حقیقت ایسی نہیں۔ راہ دنیا محض عمل کا میدان ہے صرف تیاری کا مقام ہے۔ یہاں کی غلطی کو یہاں نہیں بھگتنا ہے یہاں کی تیاری کا پھل یہاں نہیں کھانا ہے۔ یہی حال منزل آخرت کا ہے کہ وہاں راہِ دنیا کی غلطیوں اور کوتاہیوں پر صرف محاسبہ ہے۔ یا تو گرفت و بندش ہے یا رحمت و داد و دہش ہے عمل کی کوئی گنجائش نہیں، تلافی کا کوئی امکان نہیں۔ اگر وہاں بھی عمل کا موقع ملتا تو جنت کو کون چھوڑتا، دوزخ میں کون گرتا۔ دوزخ ویران ہوتی جنت آباد ہوتی۔ مگر حقیقت تو یہ ہے کہ وہاں یہ کوئی کہہ نہیں سکتا کہ اب تک نہ کیا تو اب کر لیں۔ اب تک کھویا تو اب کما لیں۔

بس اسی حقیقت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مختصر سے دو جملوں میں کیا خوب ظاہر فرمایا ہے اور دنیا اور آخرت کی اس نزاکت کو کیا بہتر طریقہ سے کھولا ہے۔ ارشاد ہے۔ کُوْنُوْا مِنْ اَبْنَاءِ الْاٰخِرَةِ وَ لَا تَکُوْنُوْا مِنْ اَبْنَاءِ الدُّنْیَا فَاِنَّ الْیَوْمَ عَمَلٌ وَ لَا حِسَابَ وَغَدًا حِسَابٌ وَ لَا عَمَلٌ

(بخاری)

ترجمہ:۔ لوگو! آخرت والے بنو
دنیا والے نہ بنو کیونکہ آج
یعنی اسی سفر دنیا میں عمل
ہی عمل ہے حساب نہیں
اور کل یعنی آخرت میں
حساب ہی حساب ہے،
عمل نہیں۔

لہٰذا اس عملی میدان کو غنیمت جانو اور عمل میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھو۔ وہاں کے لئے تیاری میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرو۔ وہاں پہنچ کر وہاں کی فکر نہ کرو۔ وہاں کی یہیں سے فکر کرو اور کچھ لے چلو۔ یہ دنیا کے تیزی سے گذرنے والے لمحات انمول موتی ہیں۔ اگر ان کو کام میں لے لیا اور آگے کا دھیان و خیال کر لیا تو یاد رکھو ہمیشہ کا کام بنا لیا۔ ابدی پچھتاوے سے جان کو چھڑا لیا۔ اور اگر ان لمحات کو یوں ہی گنوایا، دنیا کے زرّیں اوقات کو رائگاں کھویا تو یوں سمجھو کہ ابدی رنج و غم کو مول لیا آخرت کی ہمیشہ کی زندگی کو بے مزہ کیا۔ چنانچہ مومنین کو جناب باریتعالےٰ سے یہی ہدایت ملی ہے کہ اللہ کا ڈر دل میں رکھو کل کا دھیان رکھ کر زندگی کا ہر قدم پھونک پھونک کر رکھو۔ آخرت کے دن کو ہرگز نہ بھلاؤ۔ وہاں کی راحت کا سامان یہیں سے بناؤ۔ ارشاد ہے۔
یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ لْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝

ترجمہ:۔ یعنی اے ایمان والو!
ڈرتے رہو اللہ سے اور
چاہئے کہ دیکھے نفس کیا
بھیجتا ہے کل کے واسطے
اور ڈرتے رہو اللہ سے
بے شک اللہ کو خبر ہے
جو تم کرتے ہو۔

گویا فرمان ہے کہ آخرت کچھ دور نہیں آج نہیں تو کل ہے۔ بہر حال سر پر ہے۔ اُسی کی فکر میں امن و نجات ہے اس سے غفلت میں تباہی و ہلاکت ہے۔ انسان نے کل کا سامان کر لیا تو بیڑا پار ہے۔ اگر بے سر و سامانی سے چل بسا تو بربادی کا شکار ہے لہٰذا اے دنیا کے مسافر تیرا سفر پُرخطر ہے، مختصر ہے۔ کل کی گھڑی تیرے سر پر کھڑی ہے آخرت کچھ دور نہیں بلکہ تیزی سے تیری جانب بڑھتی آ رہی ہے تجھ سے جلد ملا چاہتی ہے۔ فرمان نبوی ہے۔ هٰذِهِ الدُّنْیَا مُرْتَحِلَةٌ ذَاهِبَةٌ وَ هٰذِهِ الْاٰخِرَةُ مُرْتَحِلَةٌ قَادِمَةٌ۔

ترجمہ:۔ یہ دنیا کوچ کرنے
والی اور جانے والی ہے
اور آخرت آگے بڑھنے
والی اور آنے والی ہے۔

یعنی جانے والی کو جانے دے جو تجھ کو چھوڑے تو بھی اُسے چھوڑ دے جو تجھ سے منہ موڑے تو بھی اس سے رُخ پھیر لے۔ پیچھے نہ دیکھ آگے دیکھ۔ دنیا جو تیرے پیچھے ہے اُسے پس پشت ڈال۔ آخرت جو تیرے سامنے ہے اُس کو نظر کے سامنے رکھ۔ جان و تن اور مال و دھن اُسی کی تیاری میں کھپا اور تو وہ ہوشیار چاق و چوبند مسافر بن جو گھر کا پورا سامان راحت لے کر گھر میں اترتا ہے۔ اسباب راحت سے لدا پھدا منزل میں قدم رکھتا ہے۔ اور پھر گھر کو تکلیف کدہ نہیں راحت کدہ بناتا ہے۔

اے غفلت سے قدم اٹھانے والے مسافر! اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ کو ذرا سن اور دل کے کان کھول۔ ارشاد فرماتے ہیں۔ اَلَا اِنَّ الدُّنْیَا عَرَضٌ حَاضِرٌ یَاکُلُ مِنْهُ الْبَرُّ وَ الْفَاجِرُ اَلَا وَ اِنَّ الْاٰخِرَةَ اَجَلٌ صَادِقٌ وَ یَقْضِیْ فِیْهَا مَلِكٌ قَادِرٌ اَلَا وَ اِنَّ الْخَیْرَ كُلَّهٗ بِحَذَافِیْرِهٖ فِی الْجَنَّةِ اَلَا وَ اِنَّ الشَّرَّ كُلَّهٗ بِحَذَافِیْرِهٖ فِی النَّارِ اَلَا فَاعْمَلُوْا وَ اَنْتُمْ مِنَ اللّٰهِ عَلٰی حَذَرٍ وَ اعْلَمُوْا اَنَّكُمْ مَعْرُوْضُوْنَ عَلٰی اَعْمَالِكُمْ۔ فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ ط وَ مَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ۔ (شافعی)

ترجمہ:۔ یعنی خبردار دنیا ایک
فانی پونجی ہے۔ اس میں
سے نیک بھی کھاتا ہے
اور بد بھی اور آخرت
ایک بلاشبہ آنے والی
مدت ہے۔ اس میں فیصلہ

ایک باقدرت بادشاہ کے ہاتھ میں ہوگا خبردار ساری بھلائیاں جنت میں ہونگی۔ اور ساری کی ساری برائیاں دوزخ میں۔ خبردار ڈرتے ڈرتے عمل کرو اور جان لو کہ تم اپنے عملوں کے ساتھ خدا کے سامنے پیش ہوگے پس جو شخص ذرّہ برابر نیک کام کرتا ہے۔ وہ اس کی جزا پائے گا۔ اور جو ذرّہ برابر برا کام کرتا ہے وہ اس کی سزا پائے گا۔

اس کلام نبویؐ کا ایک ایک جملہ نصیحت و عبرت ہے اور اس میں فلاح آخرت و عاقبت ہے۔ پہلے فرماتے ہیں کہ دنیا ایک ایسا سامان ہے جو جلد چھن جانے والا ہے جو ہر وقت فنا کے خطرہ میں ہے۔ ہر دم عدل و زوال کے کھٹکے میں ہے اس پر کیا کوئی بھروسہ کرے کہ اس کو اپنا مقصد بنا کر اپنی آرزوؤں کی بنیاد اس پر کھڑی کرے۔ اس کا پانا کوئی خوبی نہیں اس کا حاصل کر لینا کوئی برتری کی نشانی نہیں یہ نیک کو بھی ملتی ہے اور بد کو بھی۔

اسی دنیا کے مقابلہ میں آخرت ہے جو بلاشک آنے والی ہے کسی حال میں ٹلنے والی نہیں۔ کوئی لاکھ جتن کرے ٹلنے والی نہیں۔ پھر آئے گی تو کیسی؟ کیا ہو سکے گی اس میں رواداری اور منہ داری، آپس داری اور خویش نوازی ــــ؟ نہیں نہیں وہ دنیا نہیں آخرت ہوگی اس میں فیصلہ کن ذات ایک بے پناہ طاقت والی ہوگی جس کے حکم اور فیصلہ کو کوئی چیز نہ پھیر سکے گی۔ اس کا حکم چل کر رہے گا۔ اس کا فیصلہ ٹل نہ سکے گا۔ اس کی نشاء سے کوئی منہ موڑ نہ سکے گا۔ اس کے سامنے سے کوئی ہٹ نہ سکیگا۔ نیز یہ دنیا نہ ہوگی کہ نیکی بدی سے ملی ہو۔ اچھائی برائی کے ساتھ شامل ہو۔ نیکیوں کا مقام اور نیکوں کا گھر جنت ہوگا اور بد اُس کی ہوا تک نہ پا سکے گا۔ بدیوں اور بدوں کا گھر دوزخ ہوگا اور نیک اس کے پاس نہ پھٹکے گا۔ جو جیسا کرے گا وہ ویسا بھگتے گا۔ نیکی کی تو نیکی دیکھے گا، بدی کی تو بدی پائے گا۔ ہر معاملہ صاف اور کھرا ہوگا لہٰذا اے دنیا کے غافل مسافر! تو نے اپنی منزل کا حال سنا کیا تیرا دل کچھ ڈرا؟ تو۔ کیوں اپنی جان کا آپ دشمن ہؤا ہے کیوں خود کا آپ مخالف بنا ہے آنکھوں دیکھی جیتی مکھی نگلتا ہے۔ جو کسی عقلمند نے نہیں کیا تو کرتا ہے۔ دین کو بدنام کرتا ہے عقل پر بٹہ لگاتا ہے بلکہ انسانیت کو چھوڑ کر جانور سے جا ملتا ہے اور تخلیق باریتعالیٰ پر حرف لاتا ہے۔ یہ کیا غضب کرتا ہے۔

مولانا بدرالدین صاحب فاضل دیوبند

حضرت جبرئیلؑ دربارِ نبوۃ میں

حضرت عمرؓ ابن خطاب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ اچانک نہایت سفید پوش اور سیاہ زلفوں والا ایک شخص آیا۔ اس شخص پر سفر کے آثار بھی نمایاں نہیں تھے۔ اور نہ ہی ہم میں سے کوئی اُسے جانتا تھا۔ یہ آتے ہی (بے تکلفی سے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زانوئے مبارک سے اپنا گھٹنا ملا کر بیٹھ گیا۔ (اور اس سے زیادہ بے تکلفی یہ کہ) اپنا ہاتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ران مبارک پر رکھ کر اطمینان سے سوالات کرنے لگا۔

پوچھا۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے بتایئے کہ اسلام کیا چیز ہے؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اسلام یہ ہے کہ تم خدا تعالےٰ کے ایک ہونے کی گواہی دو اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اللہ کا رسول سمجھو، نماز پڑھو، زکوٰۃ ادا کرو، رمضان شریف کے روزے رکھو۔ اگر تم میں طاقت ہو تو بیت اللہ شریف کا حج کرو۔

(اس پر نووارد مہمان نے کہا) آپ نے صحیح فرمایا۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں اس کے اس جملہ پر حیرت ہوئی کہ یہ خود ہی سوال کرتا ہے (اس کا مطلب یہ کہ یہ خود اس سے واقف نہیں ہے۔ اور پھر جواب پاکر اس کی تصدیق کرتا ہے۔ اس کا مطلب یہ کہ یہ اس جواب سے واقف ہے۔

پھر سائل نے سوال کیا۔ (اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے ایمان کے بارے میں بھی بتایئے اس کی کیا حقیقت ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ایمان یہ ہے کہ تم خدا تعالےٰ پر دل سے یقین رکھو۔ اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر اور آخرت کے دن پر جو تمام اچھے بُرے کاموں کے بدلے کا دن ہوگا۔ اس پر یقین رکھو اور تقدیر پر یقین رکھو کہ جو کچھ بھی اچھا بُرا معاملہ زندگی میں پیش آتا ہے یہ سب خداتعالیٰ کے فیصلہ کے مطابق ہے۔

سائل نے اس جواب کی بھی تصدیق کی۔ اور پھر سوال کیا۔ کہ احسان کے بارے میں بھی مجھے بتایئے اس کی کیا حقیقت ہے؟

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ احسان یہ ہے کہ تم اللہ تعالےٰ کی عبادت اس طرح کرو گویا کہ خداوند قدوس تمہارے سامنے موجود ہے اور تم اسے دیکھ رہے ہو۔ تاکہ تمہاری عبادت میں

صحیح خشوع و خضوع اور بندگی کی کیفیت پیدا ہو سکے اور اگر یہ ممکن نہیں تو کم از کم یہ خیال تو ضرور ہونا چاہئے کہ خداوند کریم تمہیں دیکھ رہا ہے اور تمہاری عبادت کی حقیقت سے واقف ہے۔ پھر سائل نے سوال کیا۔ اچھا قیامت کے وقت کے متعلق کچھ بتائیے؟

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اس وقت کے بارے میں جس سے سوال کیا جا رہا ہے وہ (بھی) سائل سے زیادہ واقفیت نہیں رکھتا۔ سائل نے کہا کم از کم قیامت کی کچھ علامتیں اور نشانیاں تو بتائیے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اس کی نشانیاں یہ ہیں کہ باندی اپنے محسن اور مربی کو خود پیدا کرے گی۔ یہ کثرت زنا کی طرف اشارہ ہے۔ کہ لڑکیاں اپنی ماؤں کی پرورش کا ذریعہ ثابت ہوں گی۔۔۔ یا۔۔۔ عقوق والدین کی طرف اشارہ ہے کہ اولاد اس درجہ نافرمان اور صاحب تحکم ہو گی گویا کہ ماں نے اپنے مربی کو جنا ہے۔

اور قیامت کی نشانیاں یہ ہیں۔ تم دیکھو گے کہ ننگے پیر اور ننگے بدن پھرنے والی قومیں، اور معمولی چرواہے بھی بڑی بڑی عمارتیں بنا کر ان میں فخر و مباہات کی زندگی گذار رہے ہوں گے۔

یہ جوابات سننے کے بعد سائل رخصت ہو گیا اور حضرت عمر رضؓ فرماتے ہیں کہ میں بیٹھا رہا۔

تھوڑی ہی دیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا۔ عمرؓ! تم جانتے ہو یہ سائل کون تھا؟

میں نے کہا۔ اللہ اور اللہ کا رسولؐ ہی اس سے خوب واقف ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ یہ جبرئیل تھے جو تمہیں تمہارے دین کی باتیں سکھانے آئے تھے۔

حدیث شریف کا مفہوم تو ترجمہ میں صاف ہو گیا۔ مزید تشریح کے لئے چند باتیں اور واضح کر دینی ضروری ہیں۔

پہلی بات تو یہ کہ دین کے احکام سمجھانے کے لئے باری تعالٰی نے کیسا دل نشین انداز اختیار کیا کہ سوالات کے ذریعہ امت محمدیہ کو اسلام کے بنیادی احکام کی تعلیم دی۔ دوسری بات یہ کہ اس حدیث میں اسلام اور ایمان کا الگ الگ سوال کر کے دونوں کا فرق ظاہر کر دیا۔

ظاہری اقرار اور خدا کو قبول کر لینے کا نام اسلام ہے۔ اور قلبی یقین اور دین کے دل میں پیوستہ ہو جانے نیز اللہ تعالٰی کے فرشتوں، اس کی کتابوں اور رسولوں پر یقین کر لینے کا نام ایمان ہے۔

اس کے بعد آخرت اور تقدیر کا ذکر کر کے یہ بات صاف کر دی گئی کہ زندگی میں پیش آنے والے اچھے برے حالات سب من جانب اللہ اور تقدیر کے مطابق ہوتے ہیں تاکہ انسان ان حوادثات سے پریشان ہو کر اپنا چین و سکون نہ کھو بیٹھے۔ نیز سزا اور جزا کے دن پر یقین کرنے کے ساتھ اپنے اعمال کو گندگی سے آلودہ نہ ہونے دے اور اپنی زندگی کو اچھے اعمال سے مزین کرے۔

چوتھی چیز۔ عبادت میں خلوص اور للہیت، بندگی میں روح اور صحیح کیفیت پیدا کرنے کے لئے احسان کی تشریح کی گئی۔

پھر آخر میں قیامت کے متعلق وضاحت کی گئی کہ اس کے وقت کی واقفیت ضروری نہیں بلکہ قیامت کی تیاری کے لئے اپنے اعمال کو بہتر بنانے کی ضرورت ہے۔ اور قیامت کا قریب ہونا اس کی نشانیوں سے معلوم ہو سکتا ہے۔

بقیہ مظلوم صحابہ ص۱۵ سے آگے

میری مدد ضرور فرمائے گا۔

ادھر ابو جندل سے فرمایا۔ یا ابا جندل اصبروا حتسب فان اللہ جاعل لک و لمن معک من المستضعفین فرجا و مخرجا انا قد عقدنا بیننا و بین القوم صلحا و انا لانغدر بہم۔

یعنی اے ابو جندل! صبر و ضبط سے کام لو۔ خدا تمہارے لئے اور تمہارے ساتھی مظلوموں کے لئے کوئی راستہ نکالے گا صلح اب ہو چکی ہے اور ہم ان لوگوں سے بدعہدی (کسی صورت سے) نہیں کر سکتے۔

جس آستانہ پر ابو جندل کفار کی نظروں سے بچ کر پہنچے تھے۔ اس کی دوری ایک لمحہ کے لئے بھی گوارا نہ ہو سکتی تھی لیکن کیا کرتے جب کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم سن چکے تھے۔ آخر یہی ہوا کہ مکہ واپس چلے گئے۔ وہاں پہنچنے کے بعد کفر و شرک کی تاریکی سے متنفر ہو کر شام کے راستہ میں ایک مستقر قائم کیا۔ جب مکہ کے ستم رسیدہ اور بے بس مسلمانوں کو اس کا علم ہوا تو کفار کی نظروں سے بچ کر یہاں مقیم ہوئے

الغرض مسلمانوں کی ثابت قدمی سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ایمان ایک ایسی طاقت ہے جو جسموں پر نہیں دلوں پر حکمرانی کرتی ہے۔ جس کی حقانیت اور صداقت کے لئے یہ دلیل کافی ہے کہ جو اس کے ذائقہ سے آشنا ہو جاتا ہے تو عمر بھر کے لئے ایسا گرویدہ رہتا ہے کہ اس کو بڑے سے بڑے مصائب کا سیلاب بہا نہیں سکتا۔ بڑے سے بڑا طوفان مصائب اس کے قدموں کو ڈگمگا نہیں سکتا۔ وہ ظلم و تشدد کو سر لیتا ہے۔ اور بالآخر فتح اسی کی ہوتی ہے۔

عشق پر زور نہیں، ہے یہ وہ آتش غالبؔ
کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بنے

جہاں میں روشنی پھیلی چراغ کعبہ کی گھر گھر
بجھا سکتی ہے پھر کیا اس دیئے کو کفر کی صرصر

عرب کا اور عجم کا ذرہ ذرہ جگمگا اٹھا
جب اس کی نیل بتی کا نبی خود کر گئے ساماں

مولانا محمد عبداللہ فاضل دیوبند

مظلوم صحابہؓ

حضرت خبیبؓ اور حضرت زیدؓ

جنگ احد کے بعد کفار، مبلغین اسلام کو یہ کہہ کر اپنے ساتھ لے جاتے تھے کہ ہمارے قبیلے کے لوگ مسلمان ہو گئے ہیں۔ انہیں اسلام کی باتیں سکھانے کی ضرورت ہے مگر راستے میں دھوکے سے ان کو شہید کر دیتے تھے

حضرت خبیبؓ اور حضرت زیدؓ بھی بحکم نبویؐ عضل اور قارہ (دو قبیلوں) کے چند آدمیوں کے ساتھ گئے۔ تاکہ اسلام کی باتیں سکھائیں آپ دونوں کے علاوہ آٹھ مسلمان اور بھی تھے۔ جو کفار کی دھوکہ دہی سے شہید ہو گئے البتہ حضرت خبیبؓ اور حضرت زیدؓ کو فروخت کے لئے مکہ لایا گیا۔ حضرت خبیبؓ نے جنگ احد میں ایک کافر کی گردن اڑا دی تھی۔ اس کے بیٹے نے آپ کو خرید لیا تاکہ انہیں باپ کے بدلہ میں قتل کر دیا جائے۔ کئی روز اپنے مکان میں بھوکا پیاسا رکھا۔ آخر بنو الحارث کو قتل کرنے کے لئے حرم سے باہر لے گئے اور کہا۔ اگر اب بھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دین کو چھوڑ دو تو رہا کر دیئے جاؤ گے۔ آپ نے فرمایا (واہ یہ بھی کوئی بات ہے) بھلا جب اسلام ہی نہ رہا تو زندگی کس مصرف کی۔ مطلب یہ تھا کہ اسلام کو چھوڑ کر زندہ رہنا بیکار و فضول ہے۔ کفار نے پوچھا اس آخری وقت میں کوئی خواہش ہے تو بتاؤ۔ آپ نے کہا ہاں دو رکعت نماز پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔ کافروں نے اس کی مہلت دے دی۔ آپ نے مختصر نماز ادا کر کے فرمایا میری دلی تمنا تھی کہ نماز دیر تک پڑھتا رہوں۔ مگر خیال آیا کہ دشمن یہ نہ کہہ بیٹھیں کہ موت کے خوف سے نماز کو طویل کر رہا ہے۔

اس کے بعد آپ کو تماشائیوں کے ہجوم میں صلیب کے نیچے کھڑا کیا گیا۔ اس قتل کے موقع پر آپ نے کچھ اشعار کہے جن سے اسلام کی محبت ٹپکتی ہے اور استقامت دین کی تصویر ابھر کر سامنے آتی ہے اور جن کو پڑھ کر قاری کی آنکھوں میں بے اختیار آنسو ڈبڈبا آتے ہیں۔

۱۔ لوگوں کا گروہ میرے چاروں طرف (گردا گرد) کھڑا ہے اور انہوں نے بڑے بڑے قبیلوں کو بلایا ہے

۲۔ اور سب کے سب میرے خلاف عداوت اور جوش کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ اور میں اس قتل گاہ میں جکڑا ہوا ہوں۔

۳۔ اور ان قبائل نے اپنی عورتوں اور بچوں کو بھی بلا رکھا ہے۔ اور مجھے ایک بلند لکڑی یعنی سولی کے پاس لے آئے ہیں۔

۴۔ اور انہوں نے مجھ سے کہہ دیا ہے کہ کفر کو اختیار کرنے پر رہائی ہو سکتی ہے لیکن میں کفر کو بلا سمجھتا ہوں۔ مجھے ان کی حماقت آمیز پیش کش پر رونا آتا ہے۔ میری آنکھیں پرنم ہیں۔ لیکن بے قراری نہیں۔

۵۔ میں قطعاً دشمنوں کے سامنے عاجزی نہ کروں گا اور نہ جزع فزع کروں گا۔ مجھ کو علم ہے کہ میں خدا کی طرف جا رہا ہوں۔

۶۔ مجھے موت کا ڈر نہیں ہے اس لئے کہ موت تو آنی ہے۔ بلکہ میں تو لپٹ والی آگ کے خون چوسنے سے ڈرتا ہوں۔

۷۔ میں تو اپنی غربت اور تکلیف کا شکوہ اللہ ہی سے کرتا ہوں اور ان ارادوں کی جو میرے جانے کے بعد یہ لوگ رکھتے ہیں۔

۸۔ خدا کی قسم جب میں اسلام پر جان دے رہا ہوں تو میں یہ پروا نہیں کرتا کہ راہ خدا میں کس پہلو پر گرتا اور کیونکہ جان دیتا ہوں۔

۹۔ یہ جو کچھ ہے خالصتاً لوجہ اللہ ہے۔ اگر خدا چاہے۔ تو گوشت کے ہر ٹکڑے کو برکت عطا کر سکتا ہے۔

یہ رجز یہ اشعار پڑھتے رہے اور آخر میں یہ دعا کی۔ اللھم بلغنا رسالۃ رسولک فبلغہ ما یصنع بنا۔ (خدایا ہم نے تیرے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے احکام ان لوگوں کو پہنچا دئے اب تو اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہمارے حال سے باخبر کر دے) حضرت خبیبؓ کو اسی حالت میں پھانسی پر لٹکا دیا گیا دوسرے روز کفار نے آپ کی لاش کی بے حرمتی کرنا چاہی مگر وہ آپ کی لاش کو پا نہ سکے۔ کیونکہ کہا جاتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر ایک صحابی حضرت خبیبؓ کی لاش لانے کے لئے گئے تھے۔ جب صلیب کی لکڑی پر چڑھ کر رسی کاٹی تو لاش زمین پر گری۔ خدا کی شان کہ زمین نے فوراً شق ہو کر آپ کی لاش کو اپنے اندر چھپا لیا۔

اب رہے حضرت زیدؓ۔ یاد رہے کہ صفوان ابن امیہ نے آپ کو قتل کے ارادہ سے خریدا تھا — آپ کی شہادت کے وقت بھی ابو سفیان اور قریش کے معزز سردار تماشا دیکھنے کے لئے جمع ہوئے تھے ابو سفیان نے بوقت قتل آپ سے کہا۔ اگر تم چھوٹ جاؤ اور تمہارے بدلے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پھنس جائیں (نعوذ باللہ) اور قتل کئے جائیں تو اس کو تم بہتر سمجھو گے سچ کہو، یہی بات ہے نا۔ یہ سن کر حضرت زیدؓ نہایت برہم ہو کر

بولے۔ کیا کہا تو نے! خدا کی قسم میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ میری جان بچانے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے مبارک میں کانٹا بھی چبھ جائے اس جواب پر آپ کو تلوار سے شہید کر دیا گیا۔

غور کرنے کا مقام ہے کہ شمع رسالت کے پروانوں کی طرف سے محبت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور دینِ حق پر استقامت اور ایثار کا کس قدر عظیم الشان مظاہرہ ہے کہ اس کے مقابلہ میں جان جیسی پیاری چیز کی کوئی پروا کئے بغیر اپنے آپ کو قتل کے لئے پیش کر دیا۔

حضرت عبداللہؓ بن حذافہ

آپ کسی لڑائی میں رومیوں کے ہاتھ گرفتار ہوئے تھے۔ آپ کو ایک قیدی کی حیثیت سے بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ بادشاہ عیسائی تھا۔ وہ قیدیوں کو بھی عیسائی بنانا چاہتا تھا۔ اس نے حضرت عبداللہؓ سے بھی کہا۔ اگر تم نصرانی ہو جاؤ تو اس میں تمہاری خیر و عافیت ہے۔ ورنہ تانبے کی گرم دیگ (یعنی کھولتے ہوئے تیل) میں ڈال دئے جاؤ گے۔ آپ نے کہا۔ کچھ ہو اسلام کو چھوڑ کر نصرانی نہیں بن سکتا۔ بادشاہ نے آن کو خوفزدہ اور اسلام سے برگشتہ کرنے کی دوسری ظالمانہ تدبیر یہ کی کہ مسلمان قیدیوں میں سے ایک قیدی کو طلب کیا اور نصرانی ہونے کے لئے زور دیا۔ اس اسلام کے سچے پرستار نے صاف انکار کر دیا پھر کیا تھا بادشاہ نے دیگ میں ڈالنے کا حکم دیا چنانچہ وہ دیگ میں ڈال دئے گئے۔

عبداللہؓ بن حذافہ کے سامنے یہ دردناک منظر تھا کہ مسلمان بھائی کا گوشت پوست بالکل جل گیا۔ ہڈیاں الگ ہو کر تیل کے اوپر تیرنے لگیں بادشاہ نے عبداللہؓ بن حذافہ سے کہا۔ دیکھو تم نصرانی ہو جاؤ ورنہ تمہارا بھی ایسا ہی انجام ہوگا۔ حضرت عبداللہ نے اس بات کی بالکل پروا کئے بغیر کہ مجھ کو بھی دیگ میں ڈال دیا جائے گا نصرانیت قبول کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ ان کو بھی دیگ میں ڈال دو۔ یہ سن کر آپ رونے لگے لوگوں نے یہ خیال کیا کہ شاید گھبرا گئے ہیں۔ بات بادشاہ تک پہنچائی گئی۔ اس نے اس امید پر آپ کو طلب کیا کہ شاید نصرانی ہو جائینگے مگر معاملہ برعکس تھا۔ لہذا ہکا بکا رہ گیا۔ حضرت عبداللہ فرما رہے تھے کہ یہ مت سمجھو کہ میرا رونا ڈر کی وجہ سے ہے بلکہ میں تو اس پر رو رہا ہوں کہ صرف ایک جان ہے میں تو یہ چاہتا تھا کہ میرے جس قدر بال ہیں اسی قدر جانیں پاتا اور تم ہر جان کے ساتھ اپنے منشا کے مطابق معاملہ کرتے۔ اس بے باکی اور صداقت پسندی پر بادشاہ بہت متاثر ہوا اور چاہا کہ آپ کو رہا کر دے لیکن یہ قید لگائی گئی کہ میرے سر کا بوسہ لو۔ آپ نے فرمایا کہ مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا۔ بادشاہ نے اپنی لڑکی سے شادی کرنے کا وعدہ لیا آپ نے اس کو بھی رد کر دیا بادشاہ نے کہا۔ اچھا میں تم کو اور تمہارے ساتھ (۸۰) مسلمانوں کو رہا کر دوں گا۔ حضرت عبداللہ نے یہ آخری شرط منظور کر لی۔ کیونکہ مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت کا بڑا فائدہ تھا کہ قید سے نجات ملتی تھی۔

کہا جاتا ہے کہ جب اسیؔ مسلمانوں کو حضرت عبداللہ اپنے ساتھ لے کر واپس آئے تو فاروق اعظمؓ کھڑے ہو گئے اور حضرت عبداللہ بن حذافہ کے سر کو بوسہ دیا۔

حضرت ابوجندلؓ

آپ اسلام قبول کرنے کی وجہ سے مکہ میں قید و بند کے دن گزار رہے تھے اور طرح طرح سے انہیں ستایا جا رہا تھا۔ عین اس وقت جب کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور سفیر قریش کے درمیان معاہدہ لکھا جا رہا تھا۔ آپ کے پاؤں میں بیڑیاں پہنے ہوئے آئے اور سب کے سامنے گر پڑے۔ سفیر قریش ابوجندل کا باپ تھا اور اسلام کے مخالف تھا۔ اس نے بیٹے کو مکہ سے فرار ہو کر یہاں پہنچنے پر غضب ناک نظروں سے دیکھا۔ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا۔ اس دفعہ کے مطابق کہ "قریش کا کوئی فرد مکہ سے مدینہ چلا جائے تو واپس کر دیا جائے گا" لہذا ابوجندل کو واپس کر دیا جائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ذرا سوچو تو سہی ابھی تک تو معاہدہ قلمبند نہیں ہوا پھر کس رو سے اس کو واپس کر دیا جائے۔ بات اگرچہ معقول اور اصولی تھی لیکن سفیر قریش کو اس بات کا سننا گوارا نہ تھا کہ اور تو اور خود اس کا بیٹا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں رہے۔ لہذا وہ اپنی ضد پر اڑ گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مجبوراً اس کی بات ماننی پڑی

جب ابوجندل نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو واپس کرنے پر آمادہ ہو گئے ہیں۔ تو معاً اپنے جسم کے تمام زخم اور نشان مسلمانوں کو دکھائے تاکہ کفار کی بے رحمی اور ایذارسانی کا اندازہ ہو سکے اور نہایت بے بسی کے لہجے میں کہا برادران اسلام! کیا تمہارا یہ مقصد ہے کہ پھر مجھ کو اسی حالتِ سابقہ میں دیکھو۔ مطلب یہ تھا کہ میرا مجروح جسم تمہارے سامنے ہے اس کے باوجود مجھ کو کافروں کے حوالے کرنا چاہتے ہو۔ کچھ تو میری مدد کرو۔ یہ وہ دردناک فریاد تھی جسے سن کر مسلمان تڑپ اٹھے بالخصوص حضرت عمر فاروقؓ اس موقع پر قطعاً ضبط اور برداشت نہ کر سکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں باریاب ہو کر عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہم حق پر ہیں تو یہ ذلت آمیز شرائط کیوں گوارا کی جائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عمرؓ! میں پیغمبرِ خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں آج مشیتِ الٰہی یوں ہی ہے۔ اس کی خلاف ورزی نہیں کی جا سکتی۔ خدا

باقی صفحہ ۱۶ پر

بچوں کا صفحہ

یہ دُنیا ایک سرائے ہے

محمد لطیف صاحب حصاری، ملتان

پیارے بچو! آج تمہیں ہم ایک کہانی سناتے ہیں۔ جس سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی پوری پوری تصدیق ہو جاتی ہے کہ یہ دنیا کوئی پائدار ٹھکانہ نہیں بلکہ یہ ایک سرائے ہے۔ جس میں خدا تعالےٰ کی مقرر کردہ میعاد سے زائد کوئی متنفس نہیں رہ سکتا۔ اس لئے ہمیں چاہیئے کہ جب تک اس دنیائے فانی میں زندہ رہیں نیکی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔ ہماری امداد اور اعانت ہمیشہ غریبوں اور ناداروں کے لئے وقف رہے۔ حاجتمندوں کی حاجت روی ہمارا شیوہ، بزرگوں کا ادب اور چھوٹوں سے پیار ہمارا خاصہ ہو۔

اب کہانی سنو:۔ حضرت ابراہیمؒ بن ادہم کا نام تو آپ نے بارہا سنا ہوگا۔ وہ بلخ کے حاکم تھے۔ سونے چاندی کے ظروف [illegible] کھانا کھاتے اور بہت قیمتی لباس پہنتے۔ آپ کے ہاں آرام و آسائش اور عیش و عشرت کے ہزاروں سامان مہیا تھے۔ دن سیر و شکار میں گذر جاتا تو رات کافوری شمعیں جلتیں اور راگ و رنگ کی محفلیں گرم ہوتیں۔ جب باہر نکلتے تو شاہانہ ٹھاٹھ سے، بے شمار فوج جَلَو میں ہوتی۔ جس کی سنہری اور روپہلی وردیاں عجیب بہار دکھاتیں۔

ایک دن آپ دربار میں تختِ شاہی پر رونق افروز تھے کہ ایک نوجوان جس کا چہرہ مقدس نور سے جگمگا رہا تھا۔ بے دھڑک اندر گھس آیا۔ اور بڑھتے بڑھتے تختِ شاہی تک آ پہنچا۔

آپ نے پوچھا۔ کیا چاہتے ہو؟ اس نے جواب دیا۔ مسافر ہوں۔ سرائے میں اُترا چاہتا ہوں۔ آپ نے بہ تبسم فرمایا۔ یہ تو شاہی محل ہے سرائے نہیں۔ اُس نے پوچھا آپ سے پہلے یہاں کون تھا۔ بولے میرے والد اسی طرح نوجوان پوچھتا گیا آپ جواب دیتے گئے۔ چھ سات پُشتیں گِنوا کر نوجوان نے نعرہ مار کر کہا "پھر یہ سرائے نہیں تو اور کیا ہے" یہ کہہ کر چلتا ہؤا۔ نوجوان کی باتوں کا آپ پر ایسا اثر ہؤا کہ آپ ننگے پاؤں اس کے پیچھے دوڑے شاہانہ لباس اتار پھینکا۔ بادشاہی پر تین حرف بھیجے صحرا کی راہ لی اور ساری زندگی یادِ الٰہی میں گذار دی۔ آپ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ دنیا ہمیشہ نہیں رہنے کی۔ ہر آدمی کے لئے یہ سرائے کی حیثیت رکھتی ہے۔

اس مختصر کہانی سے یہ ثابت ہو گیا کہ واقعی یہ دنیا فانی، ناپائدار، غیر مستحکم اور عارضی ٹھکانہ ہے۔

دُعا

آلٰہی مجھے دینِ وحدت عطا کر
مجھے شرک و بدعت سے نفرت عطا کر

مٹا دُوں میں تاریکیٔ کفرؔ و بدعت
مجھے مشعلِ دینِ فطرت عطا کر

میں ہر ہر قدم پر ڈر[illegible] سے یارب
مرے دل کو خوف و خشیّت عطا کر

رہیں خوش مرے گھر کے افراد مجھ سے
آلٰہی مجھے ذوقِ خدمت عطا کر

بنا دوں میں گھر اپنا رشکِ گلستان
سلیقہ عطا کر شرافت عطا کر

دلوں میں مقام اپنا پیدا میں کرلوں
آلٰہی مجھے حُسنِ سیرت عطا کر

بلاخیز ہے مغربیّت کا طوفاں
مرے ناتواں دل کو قوّت عطا کر

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

ایڈیٹر
عبیداللہ انور

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور یجن بذریعہ چٹھی نمبری ۷/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور یجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۷۳۰-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء

فیروز سنز لمیٹڈ پریس لاہور میں زیر اہتمام مولوی عبیداللہ انور پرنٹر اینڈ پبلشر چھپا اور خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور سے شائع ہوا